Title

زیر سرپرستی

عبدالستار رحمہ اللہ

پیش نظر

فہم وفکر

علامہ محمد اقبال اور فہم دین کا اقبال	مدیر کے قلم سے	04

اصلاحی سلسلہ

فہم قرآن	شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم	05
فہم حدیث	مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ	06
آئینہ زندگی	حضرت مولانا عبدالستار رحمہ اللہ	08

مضامین

ورفعنا لک ذکرک	اسلام اللہ خان	10
حوصلہ افزائی ایک ٹانک	ام مصطفیٰ	12
اللہ سے محبت کیجیے	راشد محمود	14
عبدالرحمن بن قاسم مصری	خدیجہ رفیق	16
ادارے اور ملازمین	غلام عباس	18
مراسلات	ادارہ	21
مسائل پوچھیں اور سیکھیں	مفتی محمد توحید	22
باورچی خانہ اور ہماری صحت	حکیم شمیم احمد	24

خواتین اسلام

پتھر سے موم	اہلیہ احسن احمد شریف	28
باپ کا بیٹی کے نام خط	محمد دانش	30
کھانا	سیما یونس قریشی	34
شاید اس طرح گزشتہ کی تلافی ہو جائے	مہوش عباد	36

باغیچہ اطفال

جنت کی دعوت	اہلیہ محمد فیصل	38
خان پور کے خربوزے	الماس روحی	40

بزم ادب

دنیا کی زندگی	جوہر عباد	42
پردہ	اثر جونپوری	43
راہ پر ہم کو آنا پڑے گا	محمد ناصر علی	43
گلدستہ	راشد حسین قاسم	44

اخبار السلام

خبرنامہ	ادارہ	46

دینی، اخلاقی اور معاشرتی اقدار کا علمبردار

ماہنامہ

فہم دین کراچی

نومبر 2015ء

مدیر	محمد خرم شہزاد
نائب مدیر	راشد محمود
ناظم	خالد عبدالرشید
کمپوزنگ	حبیب اسلم
نظرثانی	طارق محمود
تزئین وآرائش	نوید فرید

editor@fahmedeen.org

آراء وتجاویز کے لیے

0304-0125750 0333-4573885

ڈاک سے متعلق امور کے لیے

0322-2120004 021-35393912

اشتہارات کے لیے

0332-8278537

marketing@fahmedeen.org

خط وکتابت اور بذریعہ منی آرڈر رسالہ کے اجراء کے لیے ماہنامہ فہم دین

26-C گراؤنڈ فلور، بن سیٹ کمرشل اسٹریٹ نمبر 2، خیابان جامی،

بالمقابل بیت السلام مسجد، ڈیفنس فیز 4 کراچی

زر تعاون

فی شمارہ	30 روپے
اندرون کراچی سالانہ (بذریعہ کوریئر)	520 روپے
بیرون کراچی سالانہ (بذریعہ رجسٹری)	520 روپے
بیرون ملک سالانہ	25 ڈالر

ناشر	مطبع	مقام اشاعت
فیصل زبیر	واسا پرنٹر	دفتر فہم دین

meat one

02

علامہ محمد اقبالؒ اور فہمِ دین کا اقبال

مدیر کے قلم سے

ستمبر کے ابتدائی دِنوں میں فہمِ دین کی ایک قاریہ کا ایس ایم ایس آیا: "جی ستمبر کا شمارہ ابھی تک نہیں ملا۔" "فہمِ دین واقعی میں بھی کچھ لیٹ تھا۔ ہم نے انتظار کرنے میں غنیمت سمجھی کہ چلو کچھ دِنوں میں جب "فہمِ دین" گھر کی دہلیز پر مل جائے گا تو ایس ایم ایس کا بھی جواب ہو جائے گا۔ فہمِ دین بھی منظر عام پر آگیا، اور اس تاخیر کے حوالے سے مجھے کوئی اور ایس ایم ایس بھی موصول نہیں ہوا، دل کو تسلی ہوئی کہ سب قارئین کا انتظار بھی ختم ہوا اور اس قاریہ کے ایس ایم ایس کا بھی جواب ہوگیا، پھر وقت اپنی رفتار چلتا رہا، بڑی عید آئی، جذبہ قربانی تر و تازہ کر کے گزر گئی، پھر اکتوبر کی ایک صبح جب ہم آپ کے نام نومبر کا اداریہ لکھنے کے لیے پر تول رہے تھے، تب بہت سے موضوعات کے ساتھ اقبالیات بھی ذہن میں گردش کر رہی تھی، کیوں کہ نومبر وِلادتِ اقبال کا مہینہ ہے۔ پھر ابھی کچھ دِنوں پہلے اکتوبر کی 3 کو علامہ محمد اقبالؒ کے فرزند ارجمند ڈاکٹر جاوید اقبال کا بھی انتقال ہوا تھا، انا للہ وانا الیہ راجعون جن کو نصیحت کرتے ہوئے اقبال نے یہ شعر کہا تھا:

مرا طریق امیری نہیں، فقیری ہے
خودی نہ بیچ، غریبی میں نام پیدا کر

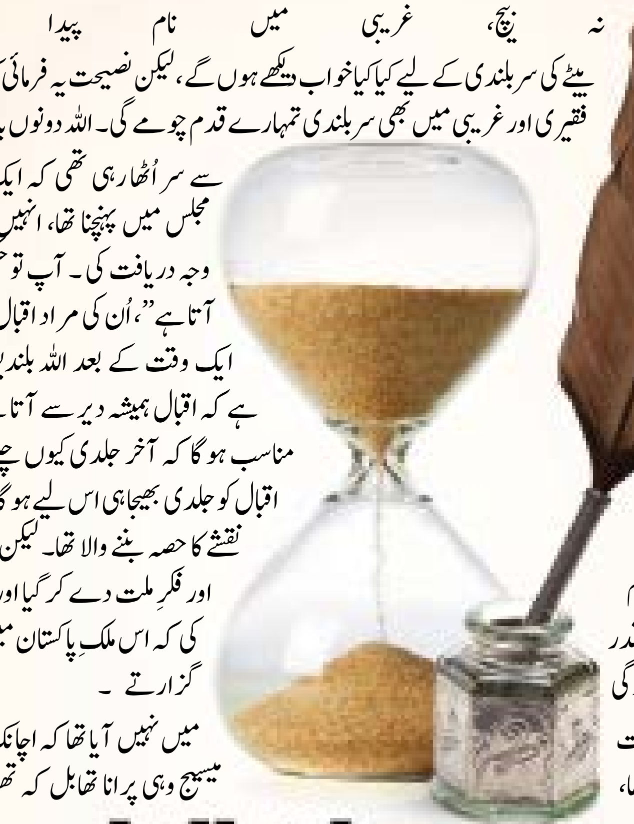

ہر باپ کی طرح اقبالؒ نے بھی اپنے بیٹے کی سربلندی کے لیے کیا کیا خواب دیکھے ہوں گے، لیکن نصیحت یہ فرمائی کہ کہیں امیر بننے کا نام سربلندی نہ سمجھ لینا، اگر اپنی خودداری بچالو گے تو فقیری اور غریبی میں بھی سربلندی تمہارے قدم چومے گی۔ اللہ دونوں باپ بیٹوں کو غریقِ رحمت کرے۔

ایک یہ بات بھی ذہن کے کسی گوشے سے سر اُٹھا رہی تھی کہ ایک دفعہ کہیں ایک مجلس جمی ہوئی تھی، ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ کو بھی اس مجلس میں پہنچنا تھا، انہیں پہنچنے میں تاخیر ہوگئی، کسی نے ڈاکٹر صاحب سے دیر سے آنے کی وجہ دریافت کی۔ آپ تو حکیم الامت ہیں، آپ نے برجستہ جواب دیا: "اقبال ہمیشہ دیر سے آتا ہے"، اُن کی مراد اقبال سے خوش بختی اور بلندی تھی کہ مسلسل اور اَن تھک محنت کرتے کرتے ایک وقت کے بعد اللہ بلندیوں اور خوش بختیوں سے نوازتا ہے۔ میں سوچنے لگا کہ بات تو اُن کی درست ہے کہ اقبال ہمیشہ دیر سے آتا ہے، لیکن اس امت کے علامہ محمد اقبالؒ جلدی کیوں آگئے یا شاید یوں کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ آخر جلدی کیوں چلے گئے کہ اپنے خواب کو شرمندۂ تعبیر ہوتے بھی نہ دیکھا۔ شاید اللہ نے ہمارے اقبال کو جلدی بھیجا ہی اس لیے ہوگا کہ وہ مسلمانوں کو دوسرے اقبال (قیامِ پاکستان) کی خبر دے، جو کچھ دیر بعد دنیا کے نقشے کا حصہ بننے والا تھا۔ لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ ہم نے نہ پہلے اقبال کی قدر کی، جو ہمیں عشقِ رسول ﷺ اور فکرِ ملت دے کر گیا اور نہ ہی ہم نے دوسرے اقبال (جو درحقیقت اس کے خواب کی عملی تعبیر تھی، اس) کی قدر کی کہ اس ملکِ پاکستان میں اللہ و رسول ﷺ اور قرآن و سنت کی رٹ کو حرفِ آخر مانتے اور اس کے مطابق زندگی گزارتے۔

ابھی میں انھی باتوں میں گم تھا اور مدیر کا قلم ابھی حرکت میں نہیں آیا تھا کہ اچانک سے موبائل کی اسکرین پر ایک ایس ایم ایس نمودار ہوا۔ اسی قاریہ کا ایس ایم ایس تھا، میسیج وہی پرانا تھا بل کہ تھوڑے اضافے کے ساتھ ناراضی کے تاثرات لیے ہوئے تھا کہ "جی ستمبر کا شمارہ ابھی تک نہیں ملا، اب تو اکتوبر کا شمارہ بھی آگیا ہوگا۔" بات تو اُن کی درست تھی، شمارہ کب سے آچکا تھا، سب اس کے ہر ہر پھول سے لطف اندوز بھی ہو چکے تھے، عیدِ قربان کے حوالے سے "پینی اور نکی" کی کہانی بہت پسند کی گئی تھی، اب تو شمارہ نہ ملنے کے نہیں، بل کہ اس کے بارے میں تاثرات موصول ہو رہے تھے۔

میں سوچنے لگا کہ اللہ "فہمِ دین" کا اقبال بلند کرے اور "فہمِ دین" کا اقبال کبھی دیر سے نہ آئے، اسے تو علامہ محمد اقبالؒ کی طرح وقت سے پہلے آکر اپنے حصے کا کام سمیٹنا ہے تاکہ وہ سوئی ہوئی قوم کو بیدار کر سکے اور دوسرے اقبال...(کو جو درحقیقت خوابِ اقبالؒ کی عملی تعبیر ہے)... کو تعلیماتِ رسول ﷺ کا عملی نمونہ بنا سکے، جہاں قرآن و سنت کی بالادستی ہو اور اسے اس کی عظمتِ رفتہ دِلا کر اسے ترقی یافتہ اقوام کی صفوں میں کھڑا کرنے میں اپنا کردار ادا کر سکے۔ اس ایک دو ماہ میں جو کچھ دِنوں کی تاخیر ہوئی، اس نے "فہمِ دین کے اقبال" کو یہ سوچنے پر مجبور کر دیا کہ وہ اپنی قوم کو یہ درس پڑھائے کہ رسالہ عین وقت پر تیار کرنے کے بجائے ایک دو رسالے پیشگی تیار کر لیے جائیں، تاکہ تاخیر کا امکان ختم ہو جائے اور قارئین! اس کے لیے ضروری ہے کہ آپ کے مضامین اور کہانیاں بھی ہمیں پیشگی وصول ہوں تاکہ ہر ایک اپنے حصے کا کام کر کے ملک و ملت کی ترقی میں اپنا کردار ادا کر سکے۔ اس قاریہ کو تو ہم نے شعبہ ترسیل کے نمائندے نبیل صاحب کا نمبر ایس ایم ایس کر دیا، امید ہے کہ اُن کا رابطہ ہو گیا ہوگا اور انہیں رسالہ اب وقت پر مل رہا ہوگا اور آپ نے بھی ابھی سے تہیہ کر لیا ہوگا دو دو تین تین ماہ کے لیے پیشگی مضامین اکٹھے بھیجنے کا۔ والسلام

اخوکم فی اللہ
محمد خرم شہزاد

فہمِ قرآن

آیت نمبر 249 تا 251

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ ۙ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ ۚ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّيْٓ اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً ۢ بِيَدِهٖ ۚ فَشَرِبُوْا مِنْهُ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ ۭ فَلَمَّا جَاوَزَهٗ هُوَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۙ قَالُوْا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ ۭ قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّھُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ ۙ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً ۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ۔ (249)

ترجمہ: چناں چہ جب طالوت لشکر کے ساتھ روانہ ہوا تو اس نے (لشکر والوں سے) کہا کہ: "اللہ ایک دریا کے ذریعے تمہارا امتحان لینے والا ہے۔ جو شخص اس دریا سے پانی پیے گا وہ میرا آدمی نہیں ہوگا، اور جو اسے نہیں چکھے گا وہ میرا آدمی ہوگا، اِلّا یہ کہ کوئی اپنے ہاتھ سے ایک چلو بھر لے (تو کوئی حرج نہیں)[1]۔ پھر (ہوا یہ کہ) تھوڑے آدمیوں کے سوا باقی سب نے پانی اس دریا سے (خوب) پانی پیا۔ چناں چہ جب وہ (یعنی طالوت) اور اس کے ساتھ ایمان رکھنے والے دریا کے پار اترے، تو یہ لوگ (جنھوں نے طالوت کا حکم نہیں مانا تھا) کہنے لگے کہ: "آج جالوت اور اس کے لشکر کا مقابلہ کرنے کی ہم میں بالکل طاقت نہیں ہے۔" مگر جن لوگوں کا ایمان تھا کہ وہ اللہ سے جا ملنے والے ہیں انھوں نے کہا کہ: "نجانے کتنی چھوٹی جماعتیں ہیں جو اللہ کے حکم سے بڑی جماعتوں پر غالب آئی ہیں۔ اور اللہ ان لوگوں کا ساتھی ہے جو صبر سے کام لیتے ہیں۔"

تشریح نمبر 1... یہ دریائے اردن تھا، اور یہ امتحان بظاہر یہ دیکھنے کے لیے لیا گیا تھا کہ لشکر کے کتنے لوگ ہیں جو اپنے امیر کی اطاعت کا ایسا جذبہ رکھتے ہیں کہ اس پر اپنی خواہشات کو بھی قربان کر دیں، کیوں کہ اس طرح کی جنگ میں ایسی مضبوط اطاعت کے بغیر کام نہیں چلتا۔ (249)

وَلَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ قَالُوْا رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ۔ (250)

ترجمہ: اور جب یہ لوگ جالوت کے آمنے سامنے ہوئے تو انھوں نے کہا: "اے پروردگار! صبر و استقلال کی صفت ہم پر انڈیل دے، ہمیں ثابت قدمی بخش دے، اور ہمیں اس کافر قوم کے مقابلے میں فتح و نصرت عطا فرما دے۔ (250)

فَهَزَمُوْھُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۙ وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَاٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَاۗءُ ۭ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَھُمْ بِبَعْضٍ ۙ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَي الْعٰلَمِيْنَ۔

ترجمہ: چناں چہ انھوں نے اللہ کے حکم سے ان (جالوت کے ساتھیوں) کو شکست دی اور داؤد نے جالوت کو قتل کیا،[2] اور اللہ نے اس کو سلطنت اور دانائی عطا کی، اور جو علم چاہا اس کو عطا فرمایا۔ اگر اللہ لوگوں کا ایک دوسرے کے ذریعے دفاع نہ کرے تو زمین میں فساد پھیل جائے، لیکن اللہ تمام جہانوں پر بڑا فضل فرمانے والا ہے۔ (251)

تشریح نمبر 2... جالوت دشمن کی فوج کا بڑا قوی ہیکل پہلوان تھا، حضرت سیموئیل علیہ السلام کے نام پر جو پہلی کتاب بائبل میں ہے اس میں مذکور ہے کہ وہ کئی روز تک بنی اسرائیل کو چیلنج دیتا رہا کہ کوئی اس کے مقابلے کے لیے آئے، مگر کسی کو اس سے دوبدو لڑنے کی جرأت نہ ہوئی۔ حضرت داؤد علیہ السلام اس وقت نوعمر نوجوان تھے، ان کے تین بھائی جنگ میں شریک تھے، مگر وہ چوں کہ سب سے چھوٹے تھے، اس لیے اپنے بوڑھے والد کی خدمت کے لیے ان کے پاس رہ گئے تھے۔ جب جنگ شروع ہوئی کئی دن گزر گئے تو ان کے والد نے انہیں اپنے تین بھائیوں کی خیر خبر لینے کے لیے میدانِ جنگ بھیجا۔ یہ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ جالوت مسلسل چیلنج دے رہا ہے اور کوئی اس سے لڑنے کے لیے آگے نہیں بڑھ رہا، تو انہیں غیرت آئی اور انہوں نے طالوت سے اجازت مانگی کہ وہ جالوت کے مقابلے کے لیے جانا چاہتے ہیں۔ ان کی نوعمری کے پیشِ نظر طالوت اور دوسرے لوگوں کو بھی تردد ہوا، لیکن ان کے اصرار پر انہیں اجازت مل گئی۔ انہوں نے جالوت کے سامنے جا کر اللہ کا نام لیا اور ایک پتھر اس کی پیشانی پر مارا جو (بقیہ ص 6 پر)

فہمِ حدیث

مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

عَنْ صُهَيْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَجَبًا لِاَمْرِ الْمُؤْمِنِ اِنَّ اَمْرَهٗ كُلَّهٗ لَهٗ خَيْرٌ وَلَيْسَ ذٰلِكَ لِاَحَدٍ اِلَّا لِلْمُؤْمِنِ اِنْ اَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَّهٗ وَاِنْ اَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهٗ۔ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بندۂ مؤمن کا معاملہ بھی عجیب ہے، اس کے ہر معاملہ اور ہر حال میں اس کے لیے خیر ہی خیر ہے، اگر اس کو خوشی اور راحت وآرام پہنچے تو وہ اپنے رب کا شکر ادا کرتا ہے اور یہ اس کے لیے خیر ہی خیر ہے اور اگر اسے کوئی دکھ اور رنج پہنچتا ہے تو وہ (اس کو بھی اپنے حکیم وکریم رب کا فیصلہ اور اس کی مشیت یقین کرتے ہوئے) اس پر صبر کرتا ہے اور یہ صبر بھی اس کے لیے سراسر خیر اور موجبِ برکت ہوتا ہے۔ (مسلم)

تشریح: اس دنیا میں تکلیف اور آرام تو سب ہی کے لیے ہے لیکن اس تکلیف اور آرام سے اللہ تعالیٰ کا قرب اور اس کی رضا حاصل کرنا یہ صرف ان اہلِ ایمان ہی کا حصہ ہے جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسا ایمانی رابطہ قائم کرلیا ہے کہ وہ چین وآرام اور مسرت وخوشی کی ہر گھڑی میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں اور جب کسی رنج اور دکھ میں مبتلا کیے جاتے ہیں اور کوئی ناخوشگواری ان کو پیش آتی ہے تو وہ بندگی کی پوری شان کے ساتھ صبر کرتے ہیں اور چوں کہ دکھ سکھ اور خوشی اور ناخوشی ایسی چیزیں ہیں جن سے انسان کی زندگی کسی وقت بھی خالی نہیں رہتی، اس لیے بندگانِ خدا کے قلوب بھی صبر وشکر کی کیفیات سے ہمہ دم معمور رہتے ہیں۔

عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَقُوْلُ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى يَا ابْنَ اٰدَمَ اِنْ صَبَرْتَ وَاحْتَسَبْتَ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْاُوْلٰى لَمْ اَرْضَ لَكَ ثَوَابًا دُوْنَ الْجَنَّةِ۔ (رواہ ابن ماجہ)

ترجمہ: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اے فرزند آدم! اگر تو نے شروع صدمہ میں صبر کیا اور میری رضا اور ثواب کی نیت کی، تو میں نہیں راضی ہوں گا کہ جنت سے کم اور اس کے سوا تجھے کوئی ثواب دیا جائے۔

تشریح: جب کوئی صدمہ کسی آدمی کو پہنچتا ہے تو اس کا زیادہ اثر ابتدا ہی میں ہوتا ہے، ورنہ کچھ دن گزرنے کے بعد تو وہ اثر خوب بخود بھی زائل ہوجاتا ہے، اس لیے صبر دراصل وہی ہے جو صدمہ پہنچنے کے وقت اللہ تعالیٰ کا خیال کرکے اور اس کی رضا اور ثواب کی امید پر کیا جائے، اس کی فضیلت ہے اور اسی پر ثواب کا وعدہ ہے، بعد طبعی طور پر جو صبر آجاتا ہے، اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کی کوئی قیمت نہیں ہے۔

اللہ اکبر! اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کا کس قدر کریمانہ انداز ہے کہ براہِ راست بندہ کو خطاب کرکے فرمایا۔ گویا اس صبر کی وجہ سے بندے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو ایسا خاص تعلق ہوجائے گا کہ اسے جنت دیے بغیر اللہ تعالیٰ راضی نہ ہوں گے۔

فائدہ: جب کسی بندۂ خدا کو کسی قسم کا صدمہ پہنچے تو اگر اس وقت اس حدیث کو اور اللہ تعالیٰ کے اس کریمانہ وعدہ کو یاد کرکے صبر کرلے تو انشاء اللہ اس صبر میں ایک خاص لذت اور حلاوت ملے گی اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یقیناً جنت بھی عطا ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ان وعدوں پر یقین اور ان سے فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اس کے سر میں گھس گیا اور وہ زمین پر گر پڑا۔ یہ اس کے پاس گئے اور خود اسی کی تلوار لے کر اس کا سر قلم کردیا۔ (1-سیموئیل، باب 17) یہاں تک بائبل اور قرآن کریم کے بیان میں کوئی تعارض نہیں ہے، لیکن اس کے بعد بائبل میں یہ کہا گیا ہے کہ طالوت (یاساؤل) کو حضرت داؤد علیہ السلام کی مقبولیت سے حسد ہوگیا تھا، چناں چہ بائبل میں ان کے خلاف بہت سی ناقابل یقین باتیں ذکر کی گئی ہیں۔ بظاہر یہ داستانیں ان بنی اسرائیل کی کاروائی ہے جو شروع سے طالوت کے مخالف تھے۔ قرآن کریم نے جن الفاظ میں طالوت کی تعریف کی ہے ان میں حسد جیسی بیماری کی گنجائش نہیں ہے۔ بہر حال! حضرت داؤد علیہ السلام کے اس کارنامے نے انہیں ایسی مقبولیت عطا کی کہ بعد میں وہ بنی اسرائیل کے بادشاہ بھی بنے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں نبوت سے سرفراز بھی فرمایا اور ان کے ذریعے پہلی بار ایسا ہوا کہ نبوت اور بادشاہت ایک ہی ذات میں جمع ہوئیں۔

Burger shack
07

کامیابی کی حقیقی منزل

حضرت مولانا عبدالستار حفظہ اللہ

میرے معزز مسلمان دوستو اور عزیز بھائیو! اللہ کا راضی ہو جانا یہ ایک امیر مسلمان کی بھی اور ایک غریب مسلمان کی بھی کامیابی کی منزل ہے۔ خوش حالی، دولت، حسن، عہدہ، منصب نہ بھی ملے مگر آدمی کو کامیابی پھر بھی مل سکتی ہے، کیوں کہ اس کی اصل کامیابی کی منزل تو اس کے سامنے ہے کہ اسے اس کا اللہ مل جائے اور وہ اس سے راضی ہو جائے۔ یہ ہی اصل کامیابی ہے۔ یہ اللہ اسے غربت میں بھی ملتا ہے، دولت میں بھی ملتا ہے، بڑے گھر میں بھی ملتا ہے اور جھونپڑی میں بھی ملتا ہے۔ صحت میں بھی ملتا ہے اور بیماری کی حالت میں بھی مل جاتا ہے۔ بیٹا ہو تب بھی مل جاتا ہے اور اگر بیٹی ہو تب بھی مل جاتا ہے۔ دونوں ہوں تو بھی مل جاتا ہے اور اگر دونوں ہی نہ ہوں تب بھی مل جاتا ہے۔ اللہ کرے کہ یہ چیز ہمارے اندر آجائے۔ جب یہ چیز ہمیں حاصل ہو جائے گی تو پھر دنیا کا غم نہ لگے گا اور دنیا کی پریشانی نہ ہو گی۔ کسی نعمت کے جانے پر دکھ نہیں ہو گا اور زیادہ تکلیف بھی نہیں ہو گی۔ کسی چیز کے ملنے پر نہ اِترائے گا اور نہ ملنے پر مایوس بھی نہیں ہو گا۔ نہ افسوس کرے گا اور نہ ہی حسرت میں زندگی گزارے گا۔ نہ ڈپریشن میں رہے گا اور نہ ہی ٹینشن کا شکار ہو گا۔ اللہ کرے یہ چیز ہمارے دلوں میں بیٹھ جائے کہ ہماری کامیابی کی منزل بیٹے کا مل جانا نہیں ہے۔ فوز و فلاح خوش حال زندگی میں نہیں ہے، بل کہ ہماری کامیابی کی اصل منزل تو اپنے اللہ کا مل جانا ہے اور اللہ کا ہم سے راضی ہو جانا ہے۔

ہمارا اللہ ہمیں مل جائے، یہ مسلمان مرد و عورت کی کامیابی کی منزل تھی، مگر اب جب سے کامیابی کا یہ نقشہ ہٹا ہے، تو ہر شخص نے اپنی کامیابی کے نقشے خود بنا لیے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ میں خوش حال ہو جاؤں، تو کامیاب ہو جاؤں گا اور جب خوش حال نہیں ہوتا تو پریشان رہتا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ میری اولاد یہاں پہنچ جائے، تب ناکامی کا منہ نہیں دیکھنا پڑے گا۔ اگر وہاں تک اس کی اولاد نہیں پہنچتی تو پریشان رہتا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ نرینہ اولاد ہو تو کامیابی میرے قدم چومے گی۔ اگر نرینہ اولاد نہیں ہوتی تو غم سے نڈھال ہو جاتا ہے۔ آج کے اس دور میں ہر شخص کی کامیابی کا اپنا ایک نقشہ ہے، جب وہ اسے نہیں ملتا تو وہ پریشان رہتا ہے۔

میرے عزیزو! ہم مسلمانوں کے ہاں کامیابی کا ایک ہی نقشہ ہے جو ہمیں اللہ نے بتایا ہے کہ تم نے مجھے پانا ہے اور مجھے ہی راضی کرنا ہے۔ وہ تو بغیر اولاد کے بھی راضی ہو جاتا ہے اور اولاد کے ساتھ بھی راضی ہو جاتا ہے۔ وہ صحت میں بھی راضی ہوتا ہے اور بیماری کی حالت میں بھی راضی ہو جاتا ہے۔ وہ دولت میں بھی راضی ہوتا ہے اور فقر میں بھی راضی ہو جاتا ہے۔ کامیابی کی اصل منزل اور مسلمان کی زندگی کا حاصل یہ تھا کہ میں اس لیے جی رہا ہوں اور میرے جینے کا مقصد تو اپنے اللہ کو پا لینا ہے۔ میرا جینا اس لیے اور میرا مرنا بھی اس لیے ہے کہ میں اپنے اللہ کو پا لوں۔

زندگی کا اصل مقصد مسلمان کے لیے یہ ہے کہ اس سے اس کا اللہ راضی ہو جائے۔ اولاد کا ملنا، نہ ملنا، بیٹوں کا ملنا، نہ ملنا، بیٹیوں کا ملنا، نہ ملنا یا پھر دونوں کا ملنا اور یا پھر دونوں ہی کا نہ ملنا، یہ اللہ کا معاملہ ہے۔ خوش حالی کا ملنا یا پھر فقر کا ملنا، یہ سب اس کے فیصلے ہیں۔ اللہ علیم و حکیم ہے، اس کی مرضی ہے اور یہ اللہ کے سپرد ہے۔ میرے اور آپ کے سپرد تو یہ ہے کہ ہم یہ دیکھیں اپنے اللہ کو راضی کرنے والے اعمال کر رہے ہیں یا نہیں؟

اللہ تو زمین و آسمانوں کا بادشاہ ہے۔ جس کے خزانوں میں کمی کوئی نہیں ہے لیکن وہ علیم و حکیم ذات ہے، وہ انسان کو وہی عطا کرتا ہے جو اس کے مناسب ہوتا ہے۔ ماں بھی اپنے بیٹے کی ہر چاہت تھوڑی پوری کرتی ہے، حالاں کہ اس کا علم بھی ناقص اور اس کی عقل بھی ناقص، جبکہ اللہ کا علم کامل۔ ساری دنیا کی دانش گاہیں اسی کے صدقے اور ساری دنیا کے عقل مند اسی کے پیدا کردہ۔ وہ ذات جسے جو چاہے دے دے، لیکن کامیابی کا نقشہ ہر ایک کے سامنے ہے۔ جو چاہے اس میں سبقت کرے، میدان مار لے اور جیت جائے۔ کسی کو اللہ بیٹے دیتا ہے، کسی کو بیٹیاں دیتا ہے اور کسی کو کچھ بھی نہیں دیتا۔ یہ سب اسی کے کام ہیں۔

میرے عزیزو! تو جسے بیٹیاں مل جائیں، وہ بھی پریشان حال ہے اور جسے کچھ بھی نہ ملے، اس کے لیے بھی زندگی مشکل بن جاتی ہے۔ کوئی یہ نہیں کہتا اور اس پر حیرت نہیں کرتا اور کوئی اس پر ہمدردی کا اظہار نہیں کرتا کہ تو کس راستے پر چل رہا ہے؟ اور کیا زندگی اختیار کر رہا ہے؟ گناہ کی زندگی، نافرمانی کی زندگی، اللہ سے دوری کی زندگی، لیکن اگر کسی کی اولاد نہ ہو، یا کسی کی بیٹیاں ہی بیٹیاں ہوں تو اس کی زندگی ہمارا معاشرہ کتنا عذاب بنا دیتا ہے اور اس کے لیے زندگی کتنی مشکل ہو جاتی ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ اللہ کو راضی کرنا بیٹوں کے مقابلے میں بیٹیوں میں زیادہ آسان ہے۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بشارتیں، خوشخبریاں، سعادتیں، انعامات اور رحمتوں کا اعلان فرمایا، وہ بیٹیوں کے ملنے پر فرمایا۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرمانے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جسے اللہ بیٹی دے دے اور وہ اپنی بیٹی کو تکلیف نہ پہنچائے، اس کی ناقدری نہ کرے، محبت میں اور برتاؤ میں بیٹوں کو اس پر ترجیح نہ دے، تو اللہ اس بیٹی کی بدولت اسے جنت میں داخل کر دے گا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے دو واقعات مختلف روایات میں مذکور ہیں کہ ایک غریب خاتون اپنی دو بچیوں کو ساتھ لے کر آئی۔ اس نے آپ رضی اللہ عنہا سے کچھ تقاضا کیا۔ اماں عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے پاس سوائے ایک کھجور کے اور کچھ نہ تھا تو میں نے اس عورت کو وہی دے دی۔ اس عورت نے اس کے دو ٹکڑے کیے اور دونوں بچیوں میں اسے تقسیم کر دیا اور خود کچھ بھی نہیں کھایا۔

ایک اور روایت میں یوں ہے کہ وہ آئیں اور میرے پاس تین کھجوریں تھیں، میں نے وہی اسے دے دیں، اس نے ایک کھجور ایک بیٹی کو دے دی اور دوسری کھجور دوسری بیٹی کو دے دی اور جب تیسری کھجور خود کھانے لگی تو ایک بیٹی نے کہا کہ اماں یہ بھی مجھے دے دو تو اس عورت نے کھجور کو منہ سے نکالا، دو ٹکڑے کیے اور دونوں بچیوں میں تقسیم کر دیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے یہ بات اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس کے اس عمل نے اسے جنت میں داخل کر دیا اور جہنم سے نجات دے دی۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کو اللہ نے بیٹی دی اور اس نے اس کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کیا تو اللہ اس کی خطاؤں کی بخشش فرما دیتا ہے۔ اصل تو اللہ کو پانا ہے، جب یہ مشن سامنے ہو کہ میں نے اللہ کو پانا ہے تو پھر اگر بیٹیاں ملیں تو بھی غم کی بات نہیں اور کچھ بھی نہ ملے تو بھی غم کی بات نہیں، ہاں! جن کے سامنے دنیا کی کامیابی کے نقشے ہوں انہیں پریشانی ہو سکتی ہے اور وہ غم زدہ ہو سکتے ہیں کیوں کہ انہیں اپنے مقصد کا نہیں پتا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں شہسواری اور جنگوں کا دور اور قبائل کا ایک دوسرے پر برتری، شجاعت و بہادری میں ایک دوسرے پر فخر اور جنگ و جدال میں ایک دوسرے پر سبقت، اب یہ سب نوجوان کر سکتے تھے، بیٹیاں نہیں۔ اس معاشرے کا رنگ ڈھنگ یہ تھا کہ جب انہیں پتا چلتا کہ بیٹی ہوئی ہے تو گھر میں ماتم برپا ہو جاتا، افسردگی چھا جاتی تھی، خوشی نہیں ہوتی تھی، غم کے بادل منڈلانے لگتے تھے۔ بعض تو ایسے پتھر دل تھے کہ ان بیٹیوں کو زندہ دفن کر دیا کرتے تھے۔ ان کے سامنے دو ہی صورتیں ہوتی تھیں یا تو اسے ذلت کے ساتھ برداشت کرے یا پھر زندہ درگور کر دے۔

ہمیں چاہیے کہ اپنی بیٹیوں کی اچھی تربیت کریں، انہیں دین کی تعلیم سے بہرہ ور کریں، کیوں کہ اگر بیٹیوں کی تربیت میں خدانخواستہ کوئی کمی باقی رہ گئی تو ان کی نسلوں میں بے دین لوگ پیدا ہوں گے اور اللہ کے ہاں ہماری سخت پکڑ کا باعث بنیں گے۔ اگر ان کی تربیت دین کے مطابق کی، انہیں اسلام کے صحیح رنگ ڈھنگ میں ڈھالا تو میرے عزیزو! سچ کہہ رہا ہوں کہ ان کی نسلوں سے علماء، محدثین، فقہاء پیدا ہوں گے۔ جس قدر بچی کی تربیت اچھی ہوتی ہے اور تقویٰ کے مطابق ہوتی ہے تو یہ بچی آپ کے لیے بہت بڑی خیر کا باعث بنتی ہے۔ بیٹیاں تو اللہ کی رحمت ہیں۔ یہ بیٹیاں تو قوم کی معمار ہیں، ان سے قوم کی تعمیر ہوتی ہے۔

اس لیے ان کی تعلیم و تربیت کا خیال رکھا جائے اور انہیں نظر انداز نہ کیا جائے کیوں کہ اگر انہیں ذرا بھی نظر انداز کیا تو آپ جانتے ہیں کہ یہ معاشرہ بڑا خراب ہے۔ ہماری ذرا سی کوتاہی کی وجہ سے بسا اوقات ساری زندگی شرمندگی اٹھانی پڑتی ہے۔ پہلے خیر کا ماحول غالب تھا اور اب تو ہر طرف فتنے ہی فتنے ہیں۔ اس لیے ان فتنوں سے خود بھی بچیں اور اپنے گھر والوں کو بھی بچائیں۔ اللہ ہمیں اپنا قرب اور اپنی رضا حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین!

وَرَفَعۡنَا لَكَ ذِكۡرَكَ

یہ سورۂ انشراح کی آیت مبارکہ ہے۔ یہ سہ لفظی مختصر سی مگر اپنے دامن میں ایک جہان معنی سمیٹے ہوئے اپنے قاری سے کیا کہہ رہی ہے ذرا ذہن وسماعت کی صلاحیتوں کو حاضر کر کے سنیے ‘ یہی ناکہ

ترجمہ : ”ہم نے آپ کے ذکر کا آوازہ بلند کر دیا۔“

کون ہے وہ فقید المثال اور منفرد اوصاف وشمائل حمیدہ کی حامل ہستی جس کو مخاطب کرنے والی ہستی بڑے تپاک اور پیار سے کہہ رہی ہے کہ بنی نوع انسان میں آپ کے سوا ایسی کوئی ہستی نہیں کہ اس کے ذکر کے آوازہ کو ایسی بلندی عطا کی گئی ہو۔

جی ہاں ! تاریخ انسانی میں کوئی ایسی مثال نہیں ملتی کہ جس کے ذکرِ خیر کا آوازہ 15 صدیاں تو کیا گزشتہ سو سال میں میں بھی سنا جارہا ہو۔ یہ صرف سید الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکرِ خیر کا چرچہ ہے جس کی گونج 15 صدیوں سے سنی جارہی ہے اور یہ بھی دیکھیے کہ مخاطب کرنے والی ہستی بھی کیسی شان وعظمت اور جاہ وجلال والی ہستی ہے جو الہ العالمین ہے‘ جو خالقِ ارض و سموات ہے‘ جو ربِ کائنات ہے‘ جو مالکِ حیات وممات ہے‘ جو بادشاہِ عالمِ شش جہات ہے‘ جو حی وقیوم ہے‘ جو علیم وخبیر ہے‘ جو اول وآخر بھی ہے اورظاہر وباطن بھی ہے۔ اس شان اور عظمت والی ہستی اپنے برگزیدہ بندے اور رسول کی سیرت وعبادت اور ریاضت کے صلے میں کتابوں میں نقل کردہ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء ورسل کی جماعت میں سے اس منفرد ہستی کو منتخب کر کے یہ مژدہ سنارہی ہے کہ ”ہم نے آپ کا آوازہ بلند کر دیا۔“

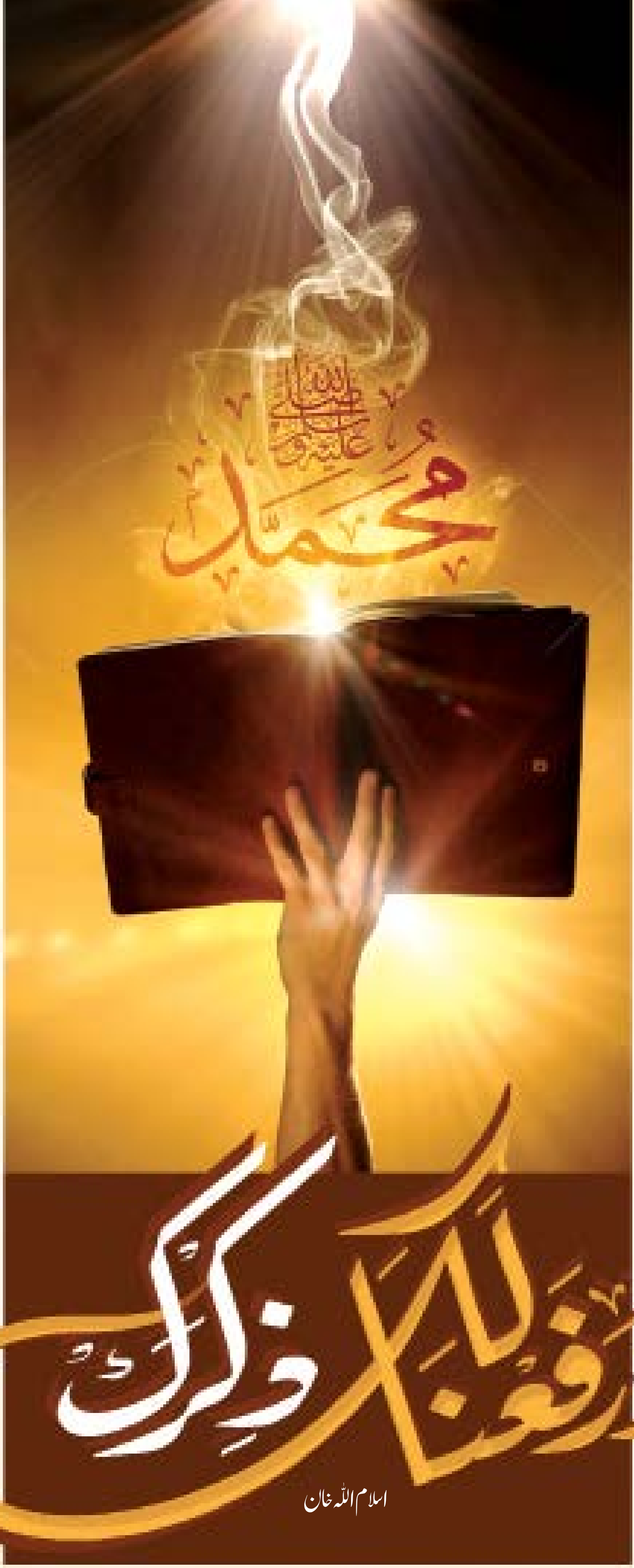

ظہورِ اسلام یا داعیٔ اسلام کے ورودِ مسعود کے وقت ابلاغی اور مواصلاتی جدید ذرائع موجود نہیں تھے اور نہ ہی کہیں پرنٹ میڈیا کا کوئی وجود تھا اور نہ ہی الیکٹرانک میڈیا کی سہولت موجود تھی۔ زمینی اور بحری راستوں سے انسانی یا حیوانی ذرائع سے رسل ورسائل اور مواصلات کا کام لیا جاتا تھا۔ کوئی ایسی سہولت بھی موجود نہیں تھی کہ واقعات واخبار یا پیغامات کی برق رفتار ترسیل کی جاسکے تاہم اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ ”ہم نے آپ کے ذکر کو بلندی عطا کر دی۔“ بہت ہی بامعنی ہے۔ اپنے محبوب ومقبول بندے اور رسول کے نام کی تشہیر کے لیے اس نے سب سے پہلے تو پانچ وقت کی نمازوں کے قیام سے پہلے اذان کا طریقہ رائج کیا اور ان اذانوں میں آپ دیکھیے کہ جہاں اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ کا ذکر موجود ہے وہیں محمد رسول اللہ کے الفاظ بھی بلند آہنگی کے ساتھ دہرائے جاتے ہیں۔

یوں رب العالمین نے اپنے

محبوب رسول کے نام کی اپنے نام کے ساتھ تشہیر وترسیل کا بے مثل انتظام کر دیا اور یہ انتظام کسی برقی میڈیا کا محتاج نہیں۔ برقی نظام فیل ہو جائے‘ لاؤڈ اسپیکر کا استعمال ممنوع ہی کیوں نہ قرار دے دیا جائے پھر بھی مساجد کے بلند وبالا میناروں سے اذانِ بلال رضی اللہ عنہ کی گونج سنائی دیتی رہے گی۔ اللہ کے نام کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بھی بلند ہوتا رہے گا اور یہ بلندی اور عظمت بھی ایسی ہے کہ اس میں تاقیامت کوئی کسی قسم کی کمی نہیں آئے گی حتیٰ کہ سلمان رشدی ملعون یا ڈنمارک کی ناعاقبت اندیش کی بداندیشی اور بدخواہی کی وجہ سے بھی کوئی کمی نہیں آئے گی اور آئے گی بھی تو کیسے ؟ اس لیے کہ اے میرے محبوب بندے اور میرے بنائے ہوئے رسول ! میں نے تو آپ کو آخری رسول بنا کر بھیج دیا اور آپ پر رسالت کا باب بند کر دیا۔ آپ کو ساری کائنات کے لیے رسول اور نبی بنا کر بھیج دیا۔ آپ کی رسالت قیامت تک جاری رہے گی۔ جب تک قیامت نہیں آجاتی آپ کے عقیدت مندوں کا حلقہ وسیع ہوتا رہے گا۔ لوگ آپ کا ذکر کر کے اپنے ماحول کو معطر اور اپنے دلوں کو منور کرتے رہیں گے۔

قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہیں تو انکشاف ہوتا ہے کہ جہاں بندوں کو اطیعوا اللہ کہہ کر اللہ کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے‘ وہیں ان دو لفظوں کے ساتھ اطیعوا الرسول کے دو لفظوں کا اضافہ کر کے یہ بتا دیا گیا ہے کہ تاقیامت ان دونوں ناموں کی قربت میں کوئی حد فاصل حائل نہیں ہو سکتی۔ تو یہ بھی درست ہے کہ اب قیامت تک عالم اسلام کی مساجد کے میناروں سے جب جب اللہ اکبر اور اشہد ان لا الہ الا اللہ کی صدا گونجے گی اور اللہ کی کبریائی کو بیان کیا جائے گا‘ وہیں تب تب محمد رسول اللہ کی رسالت کی بھی شہادت دی جائے گی۔

ان کلمات کو سن کر جہاں اہل اسلام کا ایمان تو تازہ ہو گا ہی‘ لیکن جو غیر مسلم ہیں اور ان میں حق کی قبولیت کی ذرا سی بھی گنجائش ہو گی‘ وہ بھی لبیک کہتے ہوئے شمعِ اسلام کے پروانے بن کر والہانہ حلقۂ اسلام میں داخل ہوں گے اور ایسا ہی ہو رہا ہے۔ برصغیر پاک وہند اور مغربی ممالک میں ہمارے علمائے کرام اور مشائخ عظام کی مخلصانہ مساعی کے سبب دینِ اسلام کی مؤثر ترویج ہو رہی ہے اور سینکڑوں غیر مسلم ‘مشرف بہ اسلام ہو رہے ہیں اور یہ ثمرہ ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر خیر کی بلندی وعروج کا۔

قربان جایئے ان ہستیوں پر کہ ادھر کسی نے لب کشائی کی‘ عقیدت ومحبت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیا اور ادھر یہ نام اپنی لطافت وحلاوت کے ساتھ سماعتوں سے ٹکرایا اور ساتھ ہی سننے والوں کی زبانوں سے درود وسلام کے نغمے فضا میں بلند ہوئے۔ جن وانس تو جن وانس ہیں اور ملائکہ تو ملائکہ ہیں لیکن ان بے جان سنگریزوں کے ان نادیدہ لبوں کی حرکت پر اپنی سماعتوں کو یکسو کیجیے جو اہل مکہ کے سامنے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مشت معجز نما میں بند سنگریزوں نے کلمۂ طیبہ پڑھ کر اللہ کی کبریائی کو بیان کرتے ہوئے بصد احترام وعقیدت فرزندِ آمنہ وعبد اللہ اور اللہ کے برگزیدہ بندے کی رسالت عامہ کے گن گاتے ہوئے شہادت دی۔ یہ کیا ہے ؟ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ذکر کی بلندی کا اظہار ہے اور یہ بھی مشاہدہ کیجیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں بائیں ‘آگے پیچھے موجود وہی اہل مکہ اور اہل طائف ہیں جو پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوتی کلام کو سننے سے پہلے یا سننے کے درمیان اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیا کرتے تھے ‘جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت الی الحق کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔ یہ وہی اہل طائف تھے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پتھر برسا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کو لہولہان کر دیا کرتے تھے ‘اب فرماں برداری‘ جاں سپردگی اور جاں نثاری کے جذبے سے سرشار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے ایک ایک لفظ پر بلا جبر واکراہ‘ بہ رضا ورغبت آمنّا وصدّقنا کہہ رہے ہیں۔

اہل مکہ جو کبھی حاکم تھے اور جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں آپ کا سماجی مقاطعہ کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے سچے پیروکاروں سمیت شعب بن ابی طالب کی گھاٹی میں محصور کر کے زندہ رہنے کی بنیادی اشیا اور ضرورتوں سے محروم کر کے زندگی اجیرن بنادی تھی ‘اب انہوں نے ہی مکہ کی گلی کوچوں میں آپ کے غلاموں کا خوش دلی سے خیر مقدم کیا ہے ‘جو کل تک حاکم تھے ‘آج بااختیار محکوم بن گئے ہیں۔ اب انہیں یہ غلامی بسر وچشم قبول ہے ‘ان کی کایا اس طرح پلٹ گئی ہے کہ اب وہ خود ذکرِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پھیلانے میں معاونت کر رہے ہیں۔ ان کی زبانوں پر اذانیں گونج رہی ہیں۔ ان کے دل عشقِ الٰہی اور حبِّ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جلوہ گاہیں بن رہے ہیں۔ ان کی جبینیں بارگاہ ربِ واحد میں جھک رہی ہیں۔ انہوں نے اپنے ہاتھوں سے اپنے بتوں کو بے نام ونشاں کر دیا ہے اور اب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کی بلندی وعروج کے لیے مصروف ہیں۔

انسان چاند کی سطح پر قدم ریز ہوا تو سعودی شہزادے نے اذان دے کر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کو بلند کرنے کا فریضہ سرانجام دیا۔ انسان چاند کی سطح پر پہنچ گیا۔ مریخ پر پہنچے یا کسی بھی سیارے یا ستارے پر قدم رکھے مگر ”ورفعنا لک ذکرک“ کا عمل جاری رہے گا۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکرِ خیر کی بلندی اور عروج کے لیے سرگرم عمل ہر امتی سے اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

اور غلامان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک غلام کی یہ تحریری کوشش اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

حوصلہ افزائی ایک ٹونک

ام مصطفیٰ

آج کے مادی دور میں حسد کی بیماری عام ہوتی جا رہی ہے۔ کسی کے کام سے خوش ہو کر اس کی حوصلہ افزائی کرنا ناپید ہوتا جا رہا ہے۔ ہر کسی کی یہی خواہش بنتی جا رہی ہے کہ مجھے تو سب اچھا کہیں مگر میں کسی کی تعریف نہ کروں۔ اس میں بوڑھے ' بچے اور جوان سب ہی شامل ہیں۔ ہاں ! تنقید کروالی جائے کسی چیز پر 'کسی انسان پر 'کسی جگہ پر تو بے حد و بے شمار کر دی جائے گی لیکن کسی کی تعریف یا حوصلہ افزائی بڑے جگر کا کام بنتا جا رہا ہے۔ اگر کوئی دوسرا بھی ہمارے سامنے کسی تیسرے کی اچھائی یا تعریف بیان کرتا ہے تو ہم میں سے بیشتر کو اتنا اچھا محسوس نہیں ہوتا اور اگر وہ تیسرا بندہ ہماری گڈ بک میں شامل نہ ہو تو پھر ہمارے سینے پر سانپ لوٹ جاتے ہیں۔

زندگی بہت مختصر ہے۔ اگر ہم اس چھوٹی سی زندگی میں محبتیں بانٹ کر گزر جائیں تو کیا ہی اچھا ہو جائے۔ اپنے ارد گرد نظر دوڑائیے کئی لوگ آپ کی حوصلہ افزائی کے منتظر ہیں۔ آپ کے بہن ' بھائی 'آپ کے بچے 'آپ کے ماتحت حتیٰ کہ آپ کے گھر کی ماسی بھی اس جذبے سے خالی نہیں۔ اس کے علاوہ وہ لوگ جو ہم سے رتبے یا عمر میں بڑے ہوتے ہیں ' وہ بھی آپ کی حوصلہ افزائی کے منتظر ہوتے ہیں اور اس طرح ان کی کارکردگی میں خاطر خواہ ترقی ہوتی ہے۔

پچھلے دنوں ایک خبر پڑھی جس میں ایک چینی خاتون باس نے اپنے چار ملازمین کی کارکردگی سے خوش ہو کر انہیں قیمتی ''بی ایم ڈبلیو'' کاریں بونس میں دے ڈالیں۔ آج کے اس دور میں جب ہر انسان اپنی دولت کو بڑھانا چاہتا ہے 'لیکن پھر بھی ایسے سخی دل لوگ ہیں جو دوسروں کو نوازنے کا حوصلہ بھی رکھتے ہیں۔ اس باس خاتون کا کہنا تھا کہ کمپنی نے جو ٹارگٹ رکھے تھے 'اسے حاصل کر لیا گیا اور یہ سب ملازمین کی محنت کے سبب ہوا 'اس لیے وہ بھی اس نفع میں برابر کے حق دار ہیں۔ اگر ملازمین خوش رہیں گے تو کمپنی مزید ترقی کرے گی جب کہ اس موقع پر ملازمین کی خوشی دیدنی تھی۔

اسی طرح ہم بھی اپنے سے چھوٹوں کے باس ہیں۔ زبان سے 'اشارے سے یا کوئی بھی ہدیہ دینے سے ہم بھی بہت سے لوگوں کو خوش کر سکتے ہیں۔ ایک چھوٹا بچہ جب اپنے اسکول یا مدرسہ میں اچھا رزلٹ لے کر آتا ہے تو اگر اس کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے اس کو اس کی پسند کا تحفہ دیا جائے اور اس کی تعریف کی جائے تو مستقبل میں اس کی کارکردگی میں مزید بہتری آئے گی 'لیکن اگر اس کے برعکس اس پر تنقید کر کے یا اسے نظر انداز کر دیا جائے تو کچھ بعید نہیں کہ بچہ اپنا حوصلہ ہار جائے اور مستقبل میں اس کی کارکردگی متاثر ہو۔ اسی طرح گھر میں کام کرنے والے نوکر یا گارڈ جو ہمارے ماتحت ہوتے ہیں 'ان کو بھی حوصلہ افزائی کے ٹونک کی ضرورت ہوتی ہے۔ ان کی کارکردگی اور پابندی پر اگر کبھی کبھی انہیں انعام سے نوازا جائے تو وہ بھی ہم سے خوش ہو کر مزید جانفشانی سے کام کریں گے۔

حوصلہ افزائی ایک ایسا ٹونک ہے 'جس سے ہم لوگوں کے دلوں میں اپنے لیے دیرپا جگہ بنا سکتے ہیں۔ زندگی اس عمل سے نہایت سہل اور آسان ہو جاتی ہے۔ خیر خواہوں کا حلقہ وسیع ہو جاتا ہے حتیٰ کہ بعض اوقات مخالفین بھی اس عمل سے خیر خواہ بن جاتے ہیں۔

صرف زندگی میں ہی نہیں بل کہ آپ کے اس دنیا سے گزر جانے کے بعد بھی نیک جذبات اور نیک تمنائیں آپ کا حصار کیے رہیں گی جو یقیناً اخروی نجات کا ذریعہ بن سکتی ہے۔ تو پھر دیر کس بات کی؟ آج سے ہی اس عادت کو اپنے اندر پختہ کیجیے اور خوب دعائیں اور نیک جذبات سمیٹیے۔ اللہ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔ آمین

Shangrilla
13

اللہ سے محبت کیجیے

راشد محمود

رکن یمانی کے قریب روشن چہروں اور شریف نسبوں والے چار نوجوان بیٹھے ہوئے تھے ۔ ان نیک نوجوانوں کے درمیان گفتگو چل رہی تھی کہ اچانک ان میں سے ایک نے کہا: ”آج ہم میں سے ہر ایک اپنے اللہ سے وہ تمنا کرے جو اسے پسند ہو۔“

یہ بات سن کر ایک نوجوان گویا ہوا: ”میری تمنا یہ ہے کہ میں حجاز کا مالک بن جاؤں اور اس کا خلیفہ کہلاؤں۔“

دوسرا نوجوان کہنے لگا: ”میری تو یہ تمنا ہے کہ میں کوفہ اور بصرہ کا والی بن جاؤں اور اس بارے میں مجھ سے کوئی جھگڑا نہ کرے۔“

تیسرے نے جب ان دونوں کی بات سنی تو اس نے کہا: ”تم دونوں نے تو زمین کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں پر قناعت کر لی' میں تو یہ چاہتا ہوں کہ میں پوری زمین کا مالک بن جاؤں اور معاویہ بن ابوسفیانؓ کے بعد خلافت مجھے ملے۔“

ایک نوجوان ابھی تک خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ وہ ان کی باتیں سن کر بھی کچھ نہ بولا تو یہ تینوں اس کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا: ”اے نوجوان! تمہیں کس چیز میں رغبت ہے؟“

اس چوتھے نوجوان نے کہا: ”جو تم لوگوں نے اللہ تعالیٰ سے دنیا کے بارے میں اپنی اپنی تمنا کی وہ تمہیں مبارک ہو۔ میں تو یہ آرزو کرتا ہوں کہ میں عالم با عمل بنوں۔ لوگ مجھ سے اپنے رب کی کتاب اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتیں سیکھیں اور دین کے احکام پوچھیں۔ نیز یہ بھی آرزو ہے کہ آخرت میں اللہ کی رضا کے ساتھ کامیاب ہو جاؤں اور جنت میں جگہ مل جائے۔“

سب اپنی اپنی تمنائیں بارگاہِ الٰہی میں پیش کر کے جدا ہو گئے۔ زمانہ گزرتا رہا۔ یزید بن معاویہؓ کا زمانہ آیا۔ اس کی وفات کے بعد پہلے نوجوان کی دعا قبول ہوئی اور وہ اس طرح پورے حجاز بلکہ مصر' یمن' خراسان اور عراق تک کے خلیفہ بن گئے۔ پھر جس جگہ ان چاروں نے تمنا کی تھی اس سے تھوڑی ہی دور اِن کو شہید کر دیا گیا۔

دوسرے نوجوان نے کوفہ و بصرہ کے والی بننے کی خواہش کا اظہار کیا تھا' چنانچہ وہ اپنے بھائی کے دورِ خلافت میں عراق کے والی بن گئے اور انہیں بھی شہید کر دیا گیا۔ تیسرا نوجوان جس نے پوری زمین پر بادشاہت کی تمنا کی تھی وہ عبدالملک بن مروان تھا۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے اس کی خواہش کے مطابق پوری زمین کی بادشاہت عطا کر دی۔

چوتھے نوجوان کا نام عروہ بن زبیرؒ تھا۔ آپؒ نے اپنی خواہش کے مطابق صحابہؓ سے علم حاصل کیا اور مدینہ کے ان سات فقہا میں ان کا شمار ہونے لگا' جن کی طرف مسائل سیکھنے کے لیے لوگوں کا ہجوم ہوتا تھا۔

ایک دن ایسا آیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس محبوب اور برگزیدہ بندے کو آزمائش میں مبتلا کیا۔ ولید بن عبدالملک کی خلافت کا زمانہ تھا' انہوں نے ایک موقع پر حضرت عروہ بن زبیرؒ کو اپنے مرکزِ خلافت دمشق میں آنے کی دعوت دی۔

حضرت عروہ بن زبیرؒ مقررہ وقت پر اپنے بڑے صاحبزادے کے ساتھ ولید بن عبدالملک کے پاس پہنچے۔ باشاہِ وقت نے آپ کا استقبال کیا اور آپ کی آمد پر خوشی کا اظہار کیا۔ اتفاق یہ ہوا کہ ان کا لڑکا انواع واقسام کے عمدہ عربی گھوڑوں کو دیکھنے کے لیے اصطبل خانے چلا گیا۔ نہ جانے کس وجہ سے ان میں سے ایک گھوڑا بدکا اور اس نے حضرت عروہ بن زبیرؒ کے صاحبزادے پر حملہ کر دیا۔ چوٹ ایسی گہری تھی کہ نوعمر صاحبزادہ اس کو برداشت نہ کر سکا اور اسی وقت فوت ہو گیا۔

حضرت عروہ بن زبیرؒ کے لیے یہ حادثہ بہت بڑی آزمائش تھا' جس کو انہوں نے فراستِ ایمانی اور حبِّ الٰہی کی بدولت راضی برضا و قدر کے اصول پر عمل کرتے ہوئے ہنستے مسکراتے پار کر لیا' لیکن اللہ تعالیٰ کو ان کی مزید آزمائش مقصود تھی۔

حضرت عروہ بن زبیرؒ اپنے لختِ جگر کی قبر پر مٹی ڈال کر ہاتھ جھاڑ بھی نہ پائے تھے اور بیٹے کی جدائیگی اور فراق کے آنسو ابھی خشک بھی نہ ہوئے تھے کہ اچانک ان کا ایک پاؤں عجیب بیماری کا شکار ہو گیا۔ پنڈلی تک غیر معمولی ورم آ گیا۔ روز بروز مرض میں اضافہ ہوتا رہا۔ بادشاہ نے اپنے معزز مہمان کے علاج کے لیے دنیا بھر کے ماہر طبیبوں کی خدمات حاصل کیں' لیکن مرض پر قابو پانے میں سبھی ناکام رہے۔ بالآخر سب نے یہ فیصلہ کیا کہ پنڈلی تک پاؤں کاٹ دیا جائے' ورنہ یہ مرض پورے بدن میں سرایت کر کے مہلک بن جائے گا۔

حضرت عروہ بن زبیرؒ کے پیر کاٹنے کی تیاری کر لی گئی۔ طبیب آپریشن کے آلات کو لے کر حضرت عروہ بن زبیرؒ کے پاس آئے اور کہا کہ ہم آپ کو کچھ نشہ آور دوا پلانا چاہتے ہیں' تاکہ آپ پاؤں کٹنے کی تکلیف کا احساس نہ کر سکیں۔ حضرت عروہ بن زبیرؒ نے جواب دیا کہ ”میں اپنے آرام اور عافیت کی خاطر کسی حرام چیز کو استعمال نہیں کر سکتا۔“

حکیموں نے کہا کہ اگر ایسی بات ہے تو آپ نیند آور دوا لے لیجیے۔ فرمایا: ”میں یہ نہیں چاہتا کہ میرے جسم کا کوئی عضو کاٹا جائے اور مجھے اس کی تکلیف کا احساس نہ ہو۔ میں اسی تکلیف پر تو اللہ تعالیٰ کے دربار میں اجر و ثواب کے استحقاق کی امید رکھتا ہوں۔“

حکما خاموش ہو گئے اور ان کی پنڈلی کاٹنے کے لیے آگے بڑھے تو چند طاقت ور نوجوانوں نے حضرت عروہ بن زبیرؒ کو گھیر لیا۔ آپؒ نے پوچھا کہ ”یہ کون لوگ ہیں؟“ بتایا گیا کہ ”جب آپ تکلیف زیادہ محسوس کریں گے تو یہ آپ کو پکڑ لیں گے۔“ آپؒ نے فرمایا: ”انہیں واپس بھیج دو' ان کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کی تسبیح ساری تکلیف و مشقت سے کفایت کر دے گی۔“ چنانچہ یہی ہوا' طبیبوں نے نشتر رکھ کر پنڈلی کو کاٹنا شروع کیا اور آپؒ کی زبان سے لاالہ الااللہ واللہ اکبر کے کلمات نکلتے رہے' یہاں تک کہ ٹانگ جسم سے الگ کر دی گئی اور ان کی زبان ذکر الٰہی سے معمور رہی۔ تیزی کے ساتھ بہنے والے خون کو روکنے کے لیے اطبا نے کھولتا ہوا تیل ان کے زخم پر ڈالا' جس سے حضرت عروہؒ پر بے ہوشی طاری ہو گئی اور زبان پر جاری ورد تھم گیا۔ جب ہوش آیا تو اپنی کٹی ہوئی ٹانگ کو منگوایا اور اس کو مخاطب کر کے الٹ پلٹ کرتے ہوئے یہ کہا: ”جس ذات نے رات کی تاریکیوں میں نماز ادا کرنے کے لیے تیرے اوپر سوار کر کے مجھے مسجدوں میں بھیجا وہ ذات اس بات سے بخوبی واقف ہے کہ میں تجھے کسی حرام جگہ لے کر نہیں گیا۔“

ولید بن عبدالملک اپنے اس عظیم مہمان پر نازل ہونے والی آزمائش کے بارے میں پریشان تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ ان سے تعزیت کیسے کی جائے اور صبر کی تلقین کا کیا طریقہ اختیار کروں کہ اسی دوران قبیلہ بنو عبس کے چند لوگ بادشاہِ وقت سے ملنے کے لیے اس کے پاس آئے۔ ان میں سے ایک صاحب نابینا تھے۔ بادشاہ سے ملاقات ہوئی تو اس نے ان صاحب کی بینائی کے بارے میں سوال کیا۔ انہوں نے بتایا کہ ”امیر المؤمنین! ایک دن وہ تھا کہ قبیلہ بنو عبس میں مجھ سے زیادہ مالدار' کثیر العیال اور خوشحال کوئی نہ تھا' لیکن ایک ایسا مہلک سیلاب آیا جو میری دنیا کو لوٹ کر لے گیا۔ میرا سارا مال بھی اسی کی نذر ہو گیا۔ میرے اہل و عیال بھی اس کے بہاؤ میں بہہ گئے۔ صرف ایک اونٹ اور چھوٹا بچہ باقی تھا۔ اونٹ بھی سیلاب کی ہلاکت خیزیاں دیکھ کر بدک رہا تھا۔ میں نے بچے کو زمین پر بٹھایا اور کچھ دور جا کر اونٹ کو پکڑنے لگا۔ تھوڑی ہی دور چلا تھا کہ بچے کی چیخ کانوں میں پڑی۔ پیچھے مڑ کر دیکھا تو بچے کا پورا سر بھیڑیے کے منہ میں تھا اور وہ اسے کھانے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں دوڑتے ہوئے اس کی طرف لپکا' لیکن اب دیر ہو چکی تھی۔ بھیڑیے نے بچے کو کھا لیا اور میں اسے بچانے میں ناکام رہا۔ پھر اونٹ کا رخ کیا۔ جب میں اس کے قریب پہنچا تو اس نے اپنے پیروں سے مجھ پر ایسا شدید حملہ کیا کہ پیشانی خون آلود ہو گئی اور آنکھوں کی بینائی بھی چلی گئی۔

بادشاہ سلامت! یہ ہے میری داستانِ غم اور میرے نابینا ہونے کی کہانی۔ زندگی کی ایک ہی رات نے میری کایا پلٹ کر رکھ دی اور میں اس دنیا میں تنِ تنہا رہ گیا۔“

ولید بن عبدالملک اپنے مہمان کی روداد سن کر نہایت متاثر ہوا اور اپنے دربان سے کہا کہ جاؤ اس شخص کو حضرت عروہ بن زبیرؒ کے پاس لے جاؤ اور اس کا قصہ انہیں تفصیل کے ساتھ سناؤ' تاکہ ان کو یہ معلوم ہو جائے کہ دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں جو اُن سے زیادہ آزمائش اور مصیبت جھیل رہے ہیں۔

علاج سے فارغ ہو کر جب آپؒ اپنے وطن مدینہ منورہ تشریف لائے۔ گھر والوں سے ملاقات ہوئی' فرمایا: ”میری حالت کو دیکھ کر غم کا اظہار نہ کرو' اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے چار اولاد عطا کی تھیں' ایک کو واپس لے لیا اور تین باقی ہیں۔ اسی طرح اللہ نے چار اہم عضو مجھے عطا کیے تھے ان میں سے ایک لے لیا اور تین باقی ہیں' بہرحال اللہ تعالیٰ کی ذات قابلِ تعریف ہے اور ہمیں ہر حال میں اس کا شکر ادا کرنا چاہیے۔“

حضرت عروہ بن زبیرؒ کی اکہتر سالہ زندگی اس طرح کے صبر آزما کارناموں اور تقویٰ و طہارت کے واقعات سے بھری پڑی ہے۔

عبدالرحمٰن بن قاسم مصری رحمۃ اللہ علیہ

حذیفہ رفیق

عبدالرحمٰن مصر کے ایک نوجوان تھے۔ اہل ثروت لوگوں میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ علم حدیث کا شوق رکھتے تھے۔ جب ان کی شادی ہوئی اپنی چچازاد بہن سے تو شادی کی کچھ مدت گزرنے کے بعد اس سے کہا: ”میں حدیث سننے کے لیے مدینہ منورہ جانا چاہتا ہوں۔ وہاں امام مالکؒ سے علم حاصل کروں گا۔ ممکن ہے کہ مجھے وہاں کچھ عرصہ ٹھہرنا پڑے۔ تم چاہو تو طلاق لے لو اور چاہو تو میرا انتظار کرو۔“

اس خدا کی بندی نے جواب دیا: ”آپ جائیں! میں دین کی خاطر آپ سے دوری برداشت کرنے کو تیار ہوں۔“

بات آگے بڑھانے سے پہلے یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ اس سے یہ بھی پتا چلا کہ علم حاصل کرنے کے لیے عمر کی کوئی قید نہیں اور آفرین ہے ان عورتوں پر جنہوں نے دین کے مختلف مقاصد کے لیے اپنے خاوندوں کی دوریاں استقلال اور ثابت قدمی کے ساتھ برداشت کیں اور اپنی زبانوں پر کبھی بھی حرف شکایت نہ لائیں۔ یہی وہ قربانیاں تھیں جن کی بدولت اسلام کے جھنڈے چہار سو عالم میں بلند ہوئے۔ اٹلی اور فرانس میں اذان کی آوازیں گونجی تھیں اور دنیا نے دیکھا تھا کہ اسلام کی شان و شوکت کا سکہ دلوں پر جما اور اہلِ اسلام کو اللہ نے وہ عزت دی کہ جس کا اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ کیا تھا۔ اُس دور میں کوئی بھی نگاہ غلط سے کسی مسلمان کو دیکھ بھی نہیں سکتا تھا۔ عرب کے صحراؤں سے لے کر یورپ کے کلیساؤں تک دین کا یہ پیغام پہنچایا تھا۔

شہسواروں کے کارنامے‘ مجاہدین کی تیغ زنی اور میدان کارزار میں اپنی جانوں کے نذرانے پیش کرنے والے مجاہدین کی داستانوں کو تو مؤرخین کے قلم نے محفوظ کرلیا اور تاریخ کی کتب نے ان نامور مجاہدین کو اپنی آغوش میں جگہ دی۔

لیکن! وہ اللہ کی بندیاں جنہوں نے اللہ کے دین کی خاطر نہ جانے کتنی کٹھن اور پر مشقت زندگیاں بسر کیں اور اپنی جوانیاں دینِ اسلام کی سربلندی کے لیے وقف کردیں۔ زمانہ کا مؤرخ انہیں یاد نہ رکھ سکا۔ تاریخ کے صفحات میں انہیں جگہ نہیں مل سکی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان میں سے کسی کو بھی فراموش نہیں کیا اور آخرت میں انہیں اس کا بھرپور صلہ ملے گا۔ دنیا میں اللہ نے اسلام کا غلبہ اور اس کی سربلندی کو دکھا کر ان کی آنکھوں کو ٹھنڈا کیا۔ قابلِ ستائش ہیں ان کے حوصلے اور قابلِ صد آفرین ہیں ان کے جذبے‘ یہ بات پورے وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ اسلامی سلطنت کے قیام اور استحکام میں ان عورتوں کا پورا پورا حصہ تھا۔

اگلی بات لکھنا نہیں چاہتا لیکن یہ حقیقت ہے اور اسے سمجھنا ضروری ہے کہ ہم نے آج اپنے ہی ہاتھوں سے حیا کا لبادہ اتار پھینکا ہے اور شرم کی چادر تار تار کردی ہے۔ جس دین پر ہم کسی زمانے میں فخر کرتے تھے‘ اور ہم اس دین کے دعوے دار بھی ہیں‘ مگر ہم خود آج اس کے احکام اور تعلیمات سے متنفر ہوچکے ہیں تو پھر کیوں نہ ہمیں آج ہونے والے اس ظلم کا سامنا ہو اور پھر ہم کیسے غلبہ کی تمنار کھیں؟“

اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے مرد اور عورتیں نصیب فرمائے جو دین کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کرنے پر تیار ہوں اور جو یہ یقین رکھتے ہوں کہ اگر دین چمک گیا تو ہم بھی چمک گئے اور اگر دین مٹ گیا تو ہمارے وجود کی بھی کوئی حیثیت نہیں۔ اللہ ایسے مرد اور عورتیں بیدار فرمائے۔ آمین

اس کے عبدالرحمٰن نے مدینہ منورہ کا رخ کیا اور حضرت امام مالکؒ کا تلمذ اختیار کیا۔ 17 سال حضرت امام مالک کی خدمت میں گزارے‘ علم حاصل کرتے رہے اور حدیث سنتے رہے۔ 17 سال بعد مصر سے ایک قافلہ مدینہ منورہ پہنچا‘ ان میں ایک نوجوان تھا جس نے اپنا چہرہ چادر میں چھپا رکھا تھا۔ وہ لوگوں سے پوچھنے لگا: ”ابنِ قاسم کہاں ہیں؟“ لوگوں نے مسجد میں بیٹھے ہوئے ایک شخص کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ یہ عبدالرحمٰن بن قاسم ہیں۔ یہ نوجوان ان سے لپٹ گیا اور ماتھے کو بوسہ دینے لگا۔ ابنِ قاسم کہتے ہیں کہ مجھے اس سے اپنائیت کی خوشبو آنے لگی۔ چند لمحوں بعد یہ راز کھلا کہ یہ نوجوان ان کا بیٹا تھا۔

عبدالرحمٰن بن قاسم اپنے علم سے زیادہ اپنے زہد‘ تقویٰ اور خدا پرستی کی وجہ سے علما کے حلقے میں مشہور ہوئے۔ وہ اکثر یوں دعا مانگا کرتے تھے: ”یااللہ! دنیا کو میرے پاس نہ آنے دے اور مجھے دنیا کے پاس نہ جانے دے۔“

کیا ہم میں سے کوئی ایسی دعا کرسکتا ہے؟ یا کسی کے دل میں داعیہ پیدا ہوسکتا ہے کہ دنیا کی وجہ سے میری آخرت خراب نہ ہوجائے۔ یہ غور کا مقام ہے دوستو! اور ظاہر ہے کہ یہاں دنیا سے مراد مال و دولت نہیں ہے بل کہ ہر وہ چیز ہے جو انسان کو اللہ سے اور آخرت سے غفلت میں ڈال دے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بہت سے مال و دولت سے نوازا تھا مگر سارا مال علم کے حصول میں اور اس کی خاطر سفر میں خرچ کردیا۔ امرا اور وزرا کے تحفے تحائف قبول نہیں کرتے تھے۔ ایک دفعہ فرمانے لگے: ”امرا اور اہلِ حکومت کے تقرب میں بالکل خیر نہیں۔“

کسی شخص کا تذکرہ ہوا تو آپ نے فرمایا کہ بہت اچھا آدمی ہے لیکن اہلِ حکومت سے تعلقات اور ان کے پاس آتا جاتا رہتا ہے۔ اگر وہ اصلاح کے لیے جاتا ہے تو کیا اپنے نفس سے مطمئن ہوگیا ہے؟ جو دوسروں کی اصلاح میں لگ گیا۔

یہاں چند باتیں سمجھ لینی چاہییں۔ محدثین اور متقدمین علما سے کسی کے بارے میں ایسی باتیں (جن میں تردید یا تنقیض ہو) منقول ہوتی ہیں تو وہ عموماً ان لوگوں کے بارے میں ہوتی ہیں جو حدیث روایت کرنے والے ہوتے ہیں اور حدیث کی صحت اور وقت کا پتا لگانے کے لیے حدیث نقل کرنے والے راوی کی اچھی بری ہر طرح کی صفات کا تذکرہ کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اس لیے یہ حضرات روای کی ہر صفت بیان کرتے تھے‘ اس کو غیبت یا بدگمانی نہیں کہا جائے گا۔ واللہ اعلم

دوسری بات یہ کہ کسی ماحول میں کثرت سے آنے جانے سے لامحالہ اس کے اثرات آدمی کے اندر منتقل ہوجاتے ہیں۔ اس لیے علمائے کرام حکام کے پاس زیادہ آمد و رفت کو پسند نہیں کرتے تھے۔

عبدالرحمٰن بن قاسم‘ سُحنون‘ ابن وہب اور اشہب۔ یہ تمام حضرات حج کے سفر میں ساتھ تھے۔ رمضان کا مہینہ چل رہا تھا۔ سُحنون فرماتے ہیں: جب کسی منزل پر ہم پڑاؤ ڈالتے تو میں ابن قاسم کے پاس جاتا اور ان سے مختلف مسائل دریافت کرتا اور علمی مباحثہ چلتا رہتا۔ ایک دن ابن وہب اور اشہب نے مجھ سے کہا کہ اگر تم ابن قاسم سے بات کرو کہ وہ ایک دن افطاری ہمارے ساتھ کریں تو ہمیں خوشی ہوگی۔ چناں چہ میں نے ان سے بات کی۔ پہلے پہل تو انہوں نے انکار کیا کہ مجھ پر بوجھ ہوجائے گا۔ میں نے ذرا اور زور لگانے کے لیے یہ کہہ دیا: پھر لوگوں کو میرے اور آپ کے تعلق کا کیسے اندازہ ہوگا؟ اس پر وہ راضی ہوگئے۔

اشہب نے افطاری کا بڑا پرتکلّف انتظام کررکھا تھا۔ ابن وہب بھی اپنے ساتھ کچھ سامان لے کر آگئے تھے اور دستر خوان مختلف انواع و اقسام کے کھانوں سے بھرا ہوا تھا۔ اتنے میں ابنِ قاسم سحنون کے ہمراہ پہنچ گئے۔ عبدالرحمٰن نے آتے ہی سلام کیا اور دستر خوان پر تشریف فرما ہوئے۔ پھر کھانوں پر ایک سرسری سی نگاہ ڈالی۔ اچار اٹھایا جس پر مصالحہ چھڑکا ہوا تھا۔ مصالحہ صاف کرکے اس کے چند لقمے لیے‘ پھر کسی نمکین چیز کو چکھا اور برکت کی دعا دیتے ہوئے کھڑے ہوئے اور چل دیے۔ سحنون فرماتے ہیں کہ مجھے تو کھڑے ہونے میں شرم آئی۔ اس لیے میں بیٹھا ہی رہا۔ اشہب کو کچھ ناگوار گزرا کہ عبدالرحمٰن اتنی جلدی کیوں چل دیے۔ اس پر ابن وہب نے ان سے کہا کہ اسے چھوڑ دو کیوں کہ تمہیں نہیں معلوم کہ یہ کیسا آدمی ہے؟ پھر کہنے لگے: ہم ایک مرتبہ سفر میں تھے۔ دن کا اکثر حصہ سفر میں گزرتا تھا اور رات کو ہر شخص حسب توفیق اللہ کے سامنے کھڑا ہوتا اور عبادت کرتا تھا۔ عبدالرحمٰن بھی رات کو عبادت کرتے تھے اور صبح لوگ ان سے مسائل پوچھتے تھے۔ یہ ہر مسئلے کا برجستہ جواب دیتے۔ میں نے ایک بار یوں کہا کہ یہ ساری رات تو عبادت کرتے ہیں اور کوئی کتاب وغیرہ بھی نہیں دیکھتے پھر یہ مسائل کیسے بتاتے ہیں؟ یہ بات عبدالرحمٰن کو پہنچ گئی۔ اس پر انہوں نے عجیب جملہ ارشاد فرمایا‘ کہنے لگے: بھائی! یہ علم تو نور ہے جسے اللہ دلوں میں اتارتے ہیں۔ واقعی علم تو نور ہے۔ حروف اور الفاظ تو حقیقی علم نہیں۔ اللہ ہم سب کو علم نافع نصیب فرمائے۔ آمین

اللہ تعالیٰ نے آپ کو زہد و تقویٰ میں بہت اعلیٰ مقام نصیب فرمایا تھا۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا۔ اسی لیے حارث بن مسکین نے فرمایا تھا کہ عبدالرحمٰن بن قاسم کا تقویٰ اور زہد عجیب اور محیر العقول تھا۔ سحنون فرماتے ہیں کہ ایک سفر میں ہم حجاز کے کسی شہر کی ایک مسجد میں رات گزارنے ٹھہر گئے۔ رات کا کچھ حصہ گزرا تھا کہ ابن قاسم اچانک خوفزدہ ہوکر بیدار ہوگئے۔ کہنے لگے: ابوسعید‘ میں نے ابھی ایک خواب دیکھا ہے کہ ایک آدمی مسجد میں داخل ہوا ہے اور اس کے ہاتھ میں ایک تھال ہے جس پر کپڑا پڑا ہوا ہے اور اس میں خنزیر کا سر ہے۔ اللہ تعالیٰ عافیت فرمائے۔

بس پھر ہم بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ایک آدمی مسجد میں داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں ایک تھال تھا جس پر کپڑا ڈھکا ہوا تھا۔ اس میں پکی ہوئی کھجوریں تھیں۔ وہ تھال اٹھا کر اس نے ابنِ قاسم کے سامنے رکھ دیا۔ انہوں نے فوراً کہا: ”میں نہیں کھاؤں گا۔“ اس نے کہا کہ اچھا تو پھر اپنے ساتھیوں کو کھلا دیجیے۔

انہوں نے جواب دیا کہ بہت اچھا! جو چیز میں خود نہیں کھا رہا‘ وہ میں اپنے ساتھیوں کو کیسے کھلادوں؟ وہ آدمی تھال اٹھا کر واپس چلا گیا۔ ابنِ قاسم نے کہا کہ یہ اس خواب کی تعبیر تھی۔ تحقیق کے بعد پتا چلا کہ اس علاقے کی اکثر زمینیں قبضے کی تھیں۔ جو لوگ اپنے اختیار کی حد میں غلط لقمے سے اور حرام چیزوں سے بچتے ہیں اور بچنے کی کوشش کرتے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ غیر اختیاری طور پر بھی ان کے جسم میں غلط لقمے جانے نہیں دیتا کہ حرام لقمے کا اثر تو ہوتا ہی ہے اگرچہ غلطی سے ہوگیا ہو۔

آپ نے صفر 191ھ میں وفات پائی۔ عمر کی 59 بہاریں دیکھیں‘ پھر دارِ فانی سے کوچ کرگئے۔ اللہ ان سے راضی ہوجائے کہ دنیا میں رہتے ہوئے بھی دنیا سے جی نہیں لگایا اور آخرت کو مقصد بنا کر زندگی گزار دی۔

ادارے اور ملازمین

حقوق وفرائض کے تناظر میں

غلام عباس

کسی بھی ادارے کی ترقی میں اس کے ملازمین کا کردار نہایت ہی اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ اچھے ملازم بزنس کو ترقی اور عروج کی راہ دکھا سکتے ہیں۔ کاروبار کی ابتدا اور اس میں کی جانے والی منصوبہ بندی اگرچہ آپ کے زرخیز ذہن کی پیداوار ہو سکتی ہے لیکن بزنس کے عروج وزوال میں بہت حد تک ملازمین کا ہاتھ ہوتا ہے۔ اسلام نے ملازمین کے حقوق کا بہت خیال کیا ہے اور اس حوالے سے خصوصی احکامات بیان کیے ہیں، جن پر عمل پیرا ہو کر ایک مسلمان تاجر دین و دنیا کے ثمرات حاصل کر سکتا ہے۔ اسلام چونکہ ایک فلاحی مذہب ہے اور اس کی تعلیمات دین و دنیا کی فلاح اور بھلائی پر مشتمل ہیں تو آج کے اس پرفتن دور میں جہاں ہر دوسرا ملازم اپنے ادارے کی پالیسیوں اور رویے سے نالاں اور شاکی نظر آتا ہے، وہاں اسلامی تعلیمات کی پریکٹس ان مسائل پر قابو پانے میں یقیناً معاون ثابت ہو گی، مزید برآں ملازمین جب اپنی ملازمتوں سے مطمئن ہوں گے تو ان کی کارکردگی بھی بہتر ہو گی اور اچھی کارکردگی ادارے کی ترقی میں اہم کردار ادا کرے گی۔ ذیل میں ملازمین کے حقوق کے حوالے سے کچھ گزارشات کا تذکرہ کیا جائے گا، جن پر عمل پیرا ہونا کسی بھی ادارے کی ایک اخلاقی ذمہ داری ہے۔

ذمہ داریوں کا تعین

اسلام ہر اس فعل کی مذمت کرتا ہے جس کی وجہ سے فریقین کے درمیان نزاع اور جھگڑے کی صورت پیدا ہو جائے۔ ملازمین کی ذمہ داریوں کا عدم تعین بسا اوقات لڑائی جھگڑے کا باعث بن جاتا ہے اس لیے ادارے پر لازم ہے کہ وہ اپنے ملازمین کو ان کی ذمہ داریوں کے متعلق واضح طور پر مطلع کریں تاکہ کسی قسم کا لڑائی جھگڑا نہ پیدا ہو سکے۔ اس کو بزنس کی اصطلاح میں JobDescription یا جے-ڈی کہا جاتا ہے۔ عموماً تقرری کے ساتھ ہی تحریری طور پر جے-ڈی ملازم کو دیا جاتا ہے۔ اس میں ملازم کی ذمہ داریاں واضح طور پر لکھی ہونی چاہیے اور اس میں ایسا ابہام نہیں ہونا چاہیے کہ جو مستقبل میں ادارے اور ملازم کو ایک دوسرے کے خلاف کھڑا کر دے، بلکہ صاف ستھری اور تمام امور کو شامل ایک واضح تحریر ہونی چاہیے۔

اگر کسی ادارے میں تحریری طور پر ذمہ داریوں سے آگاہ نہیں کیا گیا تو اس وقت جس ڈیپارٹمنٹ میں آپ نے اس ملازم کی تقرری کی ہے اسی شعبے سے متعلق امور ہی اس ملازم سے لیے جا سکتے ہیں دیگر شعبوں کے حوالے سے کام لینا اسی وقت شرعاً صحیح ہو گا جب ملازم اس کام کے لیے رضامند ہو۔

عزت نفس کا خیال رکھیں

ہر انسان اپنی عزت نفس کے حوالے سے بہت حساس ہوتا ہے، جس پر وہ کسی بھی صورت سمجھوتا کرنے پر تیار نہیں ہوتا۔ اس لیے اپنے ملازمین کی عزت نفس کو پامال نہیں کرنا چاہیے، بلکہ نرم رویہ اختیار کرنا چاہیے اور اگر کہیں سختی کی ضرورت محسوس ہو بھی تو اس وقت بھی شائستہ رویہ اپنانا چاہیے۔ بہت سے لوگوں کا اس حوالے سے دہرا معیار ہوتا ہے کہ اپنے افسر کے سامنے تو بھیگی بلی بنے ہوتے ہیں لیکن اپنے ماتحت عملے کے ساتھ ان کا رویہ خاصا توہین آمیز ہوتا ہے۔ ایک سروے کے مطابق تقریباً سالانہ پینتیس فیصد لوگ اس وجہ سے نوکری چھوڑ دیتے ہیں کہ ان کے آفیسرز کا ان کے ساتھ رویہ خراب ہوتا ہے۔

اجرت میں ٹال مٹول سے کام لینا

بعض اداروں میں ملازمین کی تنخواہوں اور مشاہرے کے حوالے سے بہت سی بے قاعدگیاں دیکھنے کو ملتی ہیں۔ تنخواہ اسی ماہ کے آخر میں دینے کی بجائے اگلے ماہ کی دس یا پندرہ اور بعض جگہوں پہ تو بیس کو دی جا رہی ہوتی ہے اور ملازم قرض لے کر اپنی ضروریات پوری کر رہا ہوتا ہے۔ ملازمین کو تنخواہ طے شدہ معاہدے کے مطابق وقت پر ہی دینی چاہیے، حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا: مزدور کو اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے مزدوری دے دو۔ لیکن بڑے افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ آج ہمارے معاشرے کے اندر جہاں بے شمار برائیاں موجود ہیں، ان میں سے ایک بڑی برائی ملازمین اور مزدور طبقے کے حقوق کا استحصال ہے۔ آج بھی سرمایہ دار طبقہ مزدوروں کے حقوق غصب کر رہا ہے۔ لوگوں کی مجبوریوں اور بے روزگاری سے ناجائز فائدہ اٹھایا جا رہا ہے، کیوں کہ ان کو پتہ ہے کہ عوام مجبور ہے اور بے روزگاری بھی ہے، لہٰذا جان بوجھ کر تنگ کرتے ہیں اور وقت پر تنخواہ نہیں دیتے، کیوں کہ انہیں پتہ ہے کہ موجودہ بے روزگاری کی حالت میں نوکری چھوڑ کر کہیں جا نہیں سکتا۔ اس لیے یہ لوگوں کی مجبوری اور بے روزگاری کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں۔ وعدہ خلافی کرتے ہیں اور یہ گناہ کبیرہ ہے۔ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہ ہوں گے۔

کام کرنے میں آزادی

ملازمین کو کام میں آزادی حاصل ہو تو وہ خوشی محسوس کرتے ہیں اور اس پر فخر بھی کرتے ہیں۔ اگر نگران اور منیجر اپنے ملازمین کو کام کرنے میں آزادی نہیں دے گا تو ملازم بمشکل اپنی ذمہ داری ہی پورا کرے گا، باوجود اضافی وقت ہونے کے کام نہیں کر سکے گا۔ ادارے کو ملازم سے زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کرنے کے لیے اس کو کچھ نہ کچھ اختیار دینا چاہیے تاکہ وہ خوش ہو کر مزید کام کر سکے۔ اس سے جہاں اس کا اپنا تجربہ بڑھے گا، اس کے ساتھ ساتھ کام کرنے میں اعتماد بھی بڑھے گا۔

انتظامیہ کا رویہ

ملازمین کی کارکردگی کو بہتر بنانے میں انتظامیہ کا رویہ بھی اہم کردار ادا کرتا ہے۔ آئے دن قوانین کا بدلنا، ملازمین کو سیاست کی بھینٹ چڑھانا، نااہل لوگوں کو بغیر کسی عملی تربیت کے ترقی اور ترجیح دینا، یہ ایسے افعال ہیں جو ملازمین میں انتظامیہ سے نفرت کو ابھارتے ہیں۔ انتظامیہ کو ترقی دینے کے لیے ضرور کوئی معیار مقرر کرنا چاہیے تاکہ دوسرے ملازمین کی حوصلہ شکنی بھی نہ ہو اور ان میں مزید کام کرنے کا جذبہ بھی بڑھے۔

تربیتی پروگرام

ادارے میں ملازمین کی اخلاقی تربیت کے حوالے سے وقفے وقفے سے پروگرام اور سیمینار منعقد کیے جا سکتے ہیں اور اس سلسلے میں مذہبی اسکالرز کی خدمات بھی لی جا سکتی ہیں۔ عموماً دیکھا گیا ہے کہ جن اداروں کا ماحول مذہبی ہوتا ہے تو وہاں ملازمین کا ایک دوسرے اور خصوصاً انتظامیہ کے ساتھ رویہ کافی بہتر ہوتا ہے۔

مشاہرے میں سالانہ اضافہ

اداروں میں عموماً مشاہروں میں اضافہ سالانہ بنیادوں پر کیا جاتا ہے، یہ ایک حساس معاملہ ہے اس لیے خاصی احتیاط کا متقاضی ہے۔ اس میں کوئی معیار قائم ہونا چاہیے جس کو مدنظر رکھ کر تنخواہوں میں اضافہ کیا جا سکے۔ یہاں ایک کوتاہی جو دیکھنے میں ملتی ہے کہ منظورِ نظر ملازمین کی تنخواہوں میں اضافہ ان کے حسب منشا جب کہ دیگر کے ساتھ معاملہ بعض اوقات ظلم کی حد تک پہنچ جاتا ہے۔ یہاں یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ یہ اضافہ مہنگائی کو مدنظر رکھ کے کیا جائے اور اتنا مختصر نہ ہو کہ ملازمین کو اس سے کوئی دلچسپی ہی نہ ہو، کیونکہ معمولی اضافہ نہ تو کارکردگی پر کوئی اثر ڈالتا ہے اور نہ ہی ادارے کے ساتھ ملازم کی جذباتی وابستگی کا باعث بنتا ہے۔ کاروباری ادارے، کمپنیاں، فرمز، فیکٹریاں اور عام ادارے جس مشترکہ الجھن کا شکار ہیں، وہ مالکان اور ملازمین کے درمیان چلنے والی مسلسل کشمکش ہے۔ ناچاقی، سرد مہری اور بے دلی کی یہ فضا کاروبار کی ترقی، ساکھ، مقابلے اور مسلسل بہتری کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ثابت ہوتی ہے۔ یہ مسئلہ جس قدر بھیانک ہے، اس کا حل اتنا ہی آسان بھی ہے۔

اگر مندرجہ بالا باتوں کا کسی قدر خیال کر لیا جائے تو ہم ان مشکلات پر کسی قدر قابو پا سکتے ہیں
اور ایسا کرنے سے نہ صرف ہم اپنے رب کی خوشنودی حاصل کر سکتے ہیں بلکہ ادارے اور ملازم کے تعلقات کی بہتری ہمارے کاروبار کی ترقی کا سبب بھی بن سکتی ہے۔

مراسلات

ایس ایم ایس

السلام علیکم! فہمِ دین کا ہر شمارہ ہمارے گھر میں بہت شوق سے پڑھا جاتا ہے۔ میری بچی فہمِ دین کی کہانیاں بہت شوق سے سنتی ہے، بالخصوص الماس روحی صاحبہ کا سلسلہ "ایک حرف... ایک کہانی" بہت عمدہ ہے۔ ان کی ایک کہانی میری بچی ہمالہ شاید 50 سے زیادہ بار سن چکی ہے اور پھر اگلے دِن اس کے سننے کا مطالبہ کر دیتی ہے۔

مرسلہ: ہما اعظمی، کراچی

ایس ایم ایس

السلام علیکم! ماہِ اکتوبر کا شمارہ اس بار جلدی ملا تو خوشی ہوئی اور یہ خوشی مزید اس وقت دوبالا ہوگئی، جب میگزین میں اپنی کہانی "صدقے کی برکتیں" کو شامل دیکھا۔ پورا رسالہ بہت اچھا لگا، ہر تحریر اِک منفرد رنگ لیے ہوئے تھی۔ "پینی اور نکی" خاص توجہ کا مرکز بنی۔ کہانی میں چھپے اہم مقصد کو بہت خوب صورتی سے بیان کیا گیا ہے۔ اللہ پاک فہمِ دین کی تمام ٹیم کو اس نیک مقصد میں بھرپور کامیابی عطا فرمائے۔ آمین

مرسلہ: دانیہ امتیاز کراچی

ایس ایم ایس

السلام علیکم! ماشاءاللہ رسالہ ہر بار نئے انداز میں منفرد مضامین اور کہانیاں لیے ہوئے ہمارے دِلوں پر دستک دیتا ہے۔ ہر سلسلہ خوب سے خوب تر ہے۔ آپ نے ہماری ناکارہ تحریر کو کام والی تحریر کر کے بہترین انداز اور بہترین ڈیزائن کر کے شائع کیا۔ بہت خوشی ہوئی۔ جزاک اللہ خیرا۔

مرسلہ: بنتِ عبدالرحمان ٹھٹھہ

ایس ایم ایس

السلام علیکم! مدیر صاحب! ستمبر میں آپ کا اداریہ بہت اچھا لگا۔ "ترا شکریہ... میری معذرت" میں جس پیارے انداز سے آپ نے اپنے کچھ خفا قلم کاروں کی دل جوئی کی ہے، اس سے آپ کی بہترین صلاحیتوں کا اندازہ ہوا۔ باقی پورا رسالہ بھی بہت اچھا تھا۔ اللہ فہمِ دین کو ترقیات سے نوازے۔

مرسلہ: طیب زمان، کراچی

ایس ایم ایس

السلام علیکم! مدیر صاحب! میں شہر سے باہر رہتا ہوں اور اخبار والے سے کہہ رکھا ہے کہ ہر مہینے فہمِ دین ضرور لانا ہے، وہ ہم سے پانچ روپے زیادہ لیتا ہے لیکن میں پھر بھی بہت شوق سے خریدتا ہوں۔ ستمبر کے شمارے میں آپ کا اداریہ بہت اچھا لگا، آپ نے بتایا کہ ہر مضمون لگانا ہمارے بس میں نہیں ہوتا۔

مرسلہ: محمد الیاس، نزد بحریہ ٹاؤن کراچی

ایس ایم ایس

السلام علیکم! مدیر صاحب! ستمبر کا شمارہ بہت اچھا لگا، بالخصوص آپ کا اداریہ "ترا شکریہ... مری معذرت" پہلے سے مختلف اور منفرد لگا۔ آپ اور فہمِ دین کی پوری ٹیم اس کاوش پر مبارک باد کی مستحق ہے۔

مرسلہ: زبیر فرید، کراچی

Arabian

20

مسائل

پوچھیں اور سیکھیں

مفتی محمد توحید

ماہِ صفر سے متعلق موجودہ دور کی توہم پرستیاں

سوال: ماہِ صفر المظفر سے متعلق اسلام ہماری کیا رہنمائی کرتا ہے؟ کیا واقعی یہ منحوس مہینہ ہے اور اس میں شادی بیاہ کی تقریبات کا کیا حکم ہے؟

جواب: آج کل مسلمانوں میں بد قسمتی سے اسلامی تعلیمات کی کمی اور دینی احکامات سے بے اعتنائی کے نتیجے میں بعض اسلامی مہینوں کے بارے میں کچھ ایسے خیالات پیدا ہو گئے ہیں جن کا دین و شریعت سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے، چنانچہ اسلامی سال کے دوسرے مہینے "صفر المظفر" کے بارے میں بھی آج کل کے دور میں عوام میں کچھ ایسے عقائد اور توہم پرستیاں پائی جاتی ہیں جن کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔ ذیل میں ان کو قدرے تفصیل سے درج کیا جا رہا ہے:

ماہ صفر اور تیرہ تیزی

(۱) بعض لوگ اور خاص کر خواتین میں اس مہینے کا نام "تیرہ تیزی" کے نام سے مشہور ہے اور وہ اس مہینے کو اپنے گمان کے مطابق تیزی کا مہینہ سمجھتیں ہیں۔

اس کی حتمی اور قطعی وجہ تو معلوم نہیں ہو سکی کہ اس مہینے کو "تیرہ تیزی" کا مہینہ کیوں کہا جاتا ہے؟ غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کا مرضِ وفات جو اس مہینے میں شروع ہوا تھا وہ مشہور روایت کے مطابق تیرہ (۱۳) دن مسلسل جاری رہا تھا جس کے بعد آپ ﷺ وصال فرما گئے تھے۔ اس سے ناواقف لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ آپ ﷺ کے ان تیرہ دنوں میں مرض کی شدت اور تیزی کی وجہ سے یہ مہینہ سب کے حق میں شدید، بھاری یا تیز ہو گیا ہے۔

اگر یہی بات ہے تو یہ سراسر جہالت اور توہّم پرستی کا شاخسانہ ہے، جس کی کوئی حقیقت نہیں، ایسا عقیدہ رکھنا سخت گناہ ہے۔

ماہِ صفر اور ابتدائی تیرہ دن

(۲)۔۔۔ بعض لوگوں کا خیال یہ ہے کہ اس مہینے کے ابتدائی تیرہ روز خاص طور پر بہت زیادہ سخت اور تیز یا بھاری ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے یہ لوگ صفر کے مہینے کی پہلی تاریخ سے لے کر تیرہ تاریخ تک کے دنوں کو خاص طور پر منحوس سمجھتے ہیں اور بعض جگہ اس مہینے کی تیرہ تاریخ کو چنے ابال کر یا چُوری بنا کر تقسیم کرتے ہیں، تاکہ بلائیں ٹل جائیں۔

یہ بھی ممکن ہے کہ ان لوگوں کے ابتدائی تیرہ دنوں سے متعلق اس غلط خیال کی وجہ سے ہی اس مہینہ کو "تیرہ تیزی کا مہینہ" کہا جاتا ہو۔ یہ بھی شریعت پر زیادتی ہے، حضور اکرم ﷺ نے ایسی تمام چیزوں کی نفی فرمائی ہے۔

ماہِ صفر اور جنات کا آسمانوں سے نزول

(۳) بعض علاقوں میں مشہور ہے کہ اس مہینہ میں لنگڑے، لولے اور اندھے جنات آسمان سے اترتے ہیں اور چلنے والوں کو کہتے ہیں کہ بسم اللہ پڑھ کر قدم رکھو، کہیں جنات کو تکلیف نہ ہو۔ اسی غلط عقیدے کی بنیاد پر بعض لوگ اس مہینے اور خاص کر آخری تاریخوں میں صندوقوں، پیٹیوں، ستونوں اور گھر کے در و دیوار کو ڈنڈے مارتے ہیں، تاکہ جنات بھاگ جائیں۔ اس طرح کی حرکتوں کا اسلامی تعلیمات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

ماہِ صفر اور شادی بیاہ کی تقریبات

(۴) ماہِ صفر کو منحوس سمجھنے کی وجہ سے بعض گھرانوں میں اجتماعی قرآن خوانی کا اس لیے اہتمام کرایا جاتا ہے، تاکہ اس مہینہ کی بلاؤں اور آفتوں سے حفاظت رہے۔

اول تو مروّجہ طریقہ پر اجتماعی قرآن خوانی ہی ایک رسمِ محض بن کر رہ گئی ہے اور اس میں کئی خرابیاں جمع ہو گئی ہیں۔ دوسرے مذکورہ بالا نظریہ کی بنیاد پر قرآن خوانی کرنا بجائے خود گناہ ہے، کیونکہ مذکورہ عقیدہ ہی غلط ہے جس کی بنیاد پر قرآن خوانی کی جاتی ہے۔

ماہِ صفر اور شادی بیاہ کی تقریبات

(۵) بعض لوگ صفر کے مہینہ میں شادی بیاہ اور دوسری خوشی کی تقریبات منعقد کرنے اور اہم کاموں کا افتتاح کرنے سے پرہیز کرتے ہیں اور کہا کرتے ہیں کہ ماہِ صفر میں کی ہوئی شادی صِفر (ناکام و نامراد) ہوتی ہے۔

ماہِ صفر کے آخری بدھ کی شرعی حیثیت

(۶) بعض لوگ ماہِ صفر کے آخری بدھ کو بہت زیادہ اہمیت دیتے ہیں اور اس دن کے متعلق مختلف نظریات و خیالات اور تصورات رکھتے ہیں:

- بعض لوگوں کی طرف سے اس دن کو "سیر بدھ" کے نام سے مشہور کیا گیا ہے۔
- بعض لوگوں کا خیال ہے کہ صفر کے آخری بدھ کو آنحضرت ﷺ نے غسلِ صحت فرمایا تھا اور سیر و تفریح فرمائی تھی، اس لیے ان خیالات کے حامل لوگ اس دن باغات اور سیر گاہوں میں سیر و تفریح کے لیے جاتے ہیں اور اس دن شیرینی اور چوری وغیرہ تقسیم کرتے ہیں۔
- بعض لوگ اس دن خاص ثواب سمجھ کر نفلی روزہ رکھتے ہیں اور شام کو چُوری یا حلوہ پکا کر کھلاتے ہیں اور اس کو "چُوری روزہ" یا "پیر کا روزہ" کہتے ہیں۔
- بعض لوگ ماہِ صفر کے آخری بدھ کو سمندر کے کناروں اور دور دراز کی تفریح گاہوں کی جانب اس غرض سے جاتے ہیں، تاکہ وہ اس دن کے موہوم شر سے بچ جائیں۔
- بعض علاقوں میں اس دن گھونگنیاں (چھولے) ابال کر تقسیم کیے جاتے ہیں۔
- بعض علاقوں میں اس دن عمدہ قسم کے کھانے پکانے کا اہتمام کیا جاتا ہے۔
- بعض لوگ اس دن خوشی مناتے ہیں اور اس دن کو تہوار کی سی حیثیت دیتے ہیں۔
- بعض علاقوں میں اس دن کاریگر اور مزدور کام نہیں کرتے اور اپنے مالک سے مٹھائی کا مطالبہ کرتے ہیں۔
- بعض لوگ اس دن گھروں میں موجود مٹی کے تمام برتن توڑ دیتے ہیں۔
- بعض لوگ اس دن چاندی کے چھلے اور تعویذات بنا کر مختلف مصیبتوں خاص کر صفر کی نحوست سے بچنے کی غرض سے پہنا کرتے ہیں۔
- بعض تعلیمی اداروں میں اس دن تعطیل کی جاتی ہے۔
- بعض لوگ آفات و بلیات سے حفاظت کے خیال سے پانی پینے کے برتنوں میں تعویذ لکھ کر ڈالتے ہیں، بلکہ بعض اوقات تعویذ لکھنے کے لیے دور دراز سے پلیٹیں لائی جاتی ہیں جن کو دھو کر اس کا پانی پیا جاتا ہے یا تالابوں اور حوضوں میں ڈال دیا جاتا ہے۔

الغرض جس طرح زمانۂ جاہلیت میں ماہِ صفر کے متعلق بکثرت مصیبتیں اور بلائیں نازل ہونے کا اعتقاد رکھا جاتا تھا، اسی طرح آج کے اس ترقی یافتہ دور میں بھی کئی لوگوں نے اس مہینہ کو مصیبتوں اور آفتوں سے بھرپور قرار دیا ہے، یہاں تک کہ ان لوگوں نے سینکڑوں کے حساب سے آفات و بلیات کے نازل ہونے کی تعداد بھی نقل کر دی ہے اور تو اور ان لوگوں نے انبیاء علیہم السلام کو بھی اس مہینہ کی وجہ سے مبتلائے مصیبت قرار دیا ہے اور پھر خود ہی انہوں نے ان مصیبتوں سے بچنے کے بے سر و پا طریقے بھی ذکر کیے ہیں۔

یہ سب من گھڑت خیالات اور بے بنیاد باتیں ہیں جن کی قرآن و حدیث، صحابہ و تابعین، ائمہ مجتہدین اور سلفِ صالحین میں سے کسی سے بھی کوئی ثبوت نہیں ہے۔ رحمت دو عالم ﷺ نے اپنے صاف اور واضح ارشادات کے ذریعے زمانۂ جاہلیت کے توہمات اور قیامت تک پیدا ہونے والے تمام باطل خیالات اور ماہِ صفر کے متعلق وجود میں آنے والے تمام نظریات کی تردید اور نفی فرما دی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ زمانۂ جاہلیت میں جن جن طریقوں سے نحوست، بدفالی اور بدشگونی لی جاتی تھی ان سب کی بھی مکمل طور پر نفی اور تمام مسلمانوں کو اس قسم کے توہمات سے بچنے کی تاکید فرما دی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ نحوست و بابرکت ہونے کا سبب زمانہ وغیرہ نہیں، نہ کوئی دن منحوس ہے نہ کوئی مہینہ، نہ کسی مکان میں نحوست ہے نہ کسی انسان میں، بلکہ اصل نحوست گناہوں میں ہے، مگر افسوس! گناہوں کی نحوست سے بچنے کا اہتمام تو کیا نہیں جاتا اور اپنی طرف سے دن، مہینہ اور مکان کو منحوس قرار دے دیا جاتا ہے

ع الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

انجیر

باورچی خانہ اور ہماری صحت

حکیم شمیم احمد

عربی نام: انجیر کو عربی میں تین کہتے ہیں۔
انگریزی نام: انجیر کو انگریزی میں Fig کہتے ہیں۔
نباتاتی نام: انجیر کا نباتاتی نام FicusCarica ہے۔
مزاج: انجیر کا مزاج گرم وخشک ہے۔

انجیر...قبض کشا بھی اور طاقت کا خزانہ بھی

اطبانے قبض کو اُم الامراض کہا ہے یعنی تمام بیماریوں کی جڑ۔ قبض رفع کرنے کے لیے جتنی مسہل اور ملین ادویات استعمال کی جاتی ہیں وہ جسم سے مفید اجزا بھی خارج کر دیتی ہیں اور جسم کے ضروری نمکیات نکلنے کی وجہ سے مریض لاغر اور کمزور ہو جاتا ہے۔ انجیر میں اللہ تعالیٰ نے یہ خاصیت رکھی ہے کہ قبض کشا ہونے کے ساتھ ساتھ اس میں معدنی نمکیات کا خزانہ ہے جن میں فولاد، فاسفورس، تانبہ، کیلشیم، سوڈیم، آئیوڈین شامل ہیں۔ وٹامنز اے، بی اور ڈی بھی اس میں شامل ہوتا ہے۔

انجیر...دوا بھی، غذا بھی

انجیر کھانے میں بے حد لذیذ اور غذائی ودوائی کا انمول مجموعہ ہے۔ یہ جسم کو سرخ اور سفید بنانے، دائمی قبض دور نے کرنے کے لیے بہترین دوا اور غذا ہے۔ انجیر کے درخت کی چھال، پتّے اور دودھ ادویہ میں استعمال ہوتے ہیں۔ عام لوگ اس کی علاجی اہمیت سے اتنے آگاہ نہیں جتنا کہ وہ اسے بطور پھل جانتے ہیں اور وہ بھی موسم سرما میں۔ انجیر کو جنت کا پھل کہتے ہیں۔ یہ تازہ پھل یا خشک میوہ دونوں صورتوں میں صحت کے لیے ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انجیر میں شفا بخش اثرات پیدا کیے ہیں۔

انجیر...سرتاپا غذا

انجیر بہت زیادہ غذائی قدر وقیمت کا حامل پھل ہے اور ہر عمر کے افراد کے لیے مقوی غذا ہے۔ اس میں چھلکا، گٹھلی اور کوئی زائد چیز نہیں ہوتی۔ انجیر نقصان دہ مادوں کو جذب کرنے والا پھل سمجھا جاتا ہے۔ ماہرین غذا کے مطابق یہ بظاہر بہت نازک لیکن افادیت کے لحاظ سے ایک اہم پھل ہے۔ پکنے کے بعد پیڑ سے خود بخود گر جاتا ہے۔ اور اسے اگلے دن تک محفوظ رکھنا ممکن نہیں ہوتا حتیٰ کہ فریج میں رکھنے کے باوجود یہ تھوڑی دیر بعد پھٹ کر ٹپکنے لگتا ہے۔ اس کے استعمال کی بہترین صورت اسے خشک کرنا ہے۔ انجیر کو خشک کرنے کے دوران اسے جراثیم سے پاک کرنے کے لیے گندھک کی دھونی دیتے ہیں۔ آخر میں نمک کے پانی میں ڈبوتے ہیں تاکہ نرم اور ملائم رہے کیوں کہ نمک بھی محفوظ کرنے والی ادویہ میں شامل ہے۔

انجیر...حضور اکرم ﷺ کا طریقہ علاج

اطبا قدیم کے ہاں انجیر کا استعمال عہد رسالت حضرت محمد ﷺ کے بعد سے شروع ہوتا ہے، البتہ یونان میں بقراط نے اس کا سرسری ساذکر کیا ہے۔ حضرت براء بن عازبؓ روایت فرماتے ہیں کہ سفر کے دوران کی نمازوں میں نبی کریم ﷺ ایک رکعت میں سورۃ التین ضرور تلاوت فرماتے تھے۔

حضرت ابو الدرداءؓ روایت فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں کہیں سے انجیر سے بھرا ہوا تھال آیا انہوں نے ہمیں فرمایا "کھاؤ" ہم نے اس میں سے کھایا۔ پھر ارشاد فرمایا "اگر کوئی کہے کہ کوئی پھل جنت سے زمین پر آسکتا ہے تو میں کہوں گا کہ وہ یہی ہے کیوں کہ بلاشبہ یہ جنت کا میوہ ہے" اس میں سے کھاؤ کہ یہ بواسیر کو ختم کر دیتا ہے اور گٹھیا (جوڑوں کے درد) میں مفید ہے۔

ایک انجیر...فائدوں کی زنجیر

- انجیر چہرے کی رنگت کو نکھارنے کے لیے بہت اہم ہے۔
- یہ خوراک کو ہضم کرنے میں مدد دیتا ہے اور نظامِ ہضم کو مضبوط کرتا ہے۔
- انجیر کو اگر شہد کے ہم راہ استعمال کیا جائے تو یہ زخم معدہ کے لیے بہت مفید ہے۔
- انجیر منہ کی بدبو کو دور کرتی ہے۔
- انجیر کے کھانے سے بواسیر ختم ہو جاتی ہے۔
- انجیر چیچک، دمہ، کھانسی دور کرتی ہے رنگ نکھارتی ہے۔
- انجیر خواتین میں دودھ کی افزائش کو بڑھاتی ہے۔
- انجیر شہد اور سرکہ میں ملا کر بچوں کو چٹانے سے گلے نرخرے کا ورم ٹھیک ہو جاتا ہے۔
- انجیر کا پھل انسان کو تر و تازہ اور ہشاش بشاش رکھتا ہے۔
- انجیر کے استعمال سے حواس خمسہ کو تقویت ملتی ہے۔
- انجیر کا استعمال انسانی جسم سے چربی کو گلا کر نکال دیتا ہے۔
- انجیر کا استعمال بلغم کو ختم کرتا ہے۔
- انجیر مسوڑھوں اور ہڈیوں کو مضبوط بناتی ہے۔
- انجیر گٹھیا اور جوڑوں کے درد میں مفید ہے۔
- قبض دور کرنے کے لیے انجیر کے پانچ دانے روزانہ کافی ہیں۔
- انجیر مرض ہسٹیریا یا باؤ گولہ کو نافع ہے۔
- انجیر دردِ کمر کو نافع ہے۔
- انجیر کا استعمال انسان کو غصہ میں قابو کرنے میں مدد دیتا ہے۔
- خوش ذائقہ ہونے کی وجہ سے انجیر کا استعمال میٹھی غذاؤں میں بھی کیا جاتا ہے۔
- انجیر کے دودھ میں جَو کا آٹا گوندھ کر برص کے داغوں پر لگائیں تو وہ ٹھیک ہو جائیں گے۔ چہرے کے داغوں کو بھی دور کرتا ہے۔
- میتھی دانہ انجیر پکا کر گاڑھا کر کے شہد ملا کر کھائیں خواتین میں ایام کی کمی کے مسائل دور ہو جائیں گے۔
- انجیر کے درخت کے دودھ میں روٹی بھگو کر دانت کے سوراخ میں رکھیں تو درد ٹھیک ہو جائے گا۔
- ورزش یا محنت ومشقت کرنے والے افراد انجیر کو اپنی خوراک میں شامل کر کے اس کی افادیت سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔
- پوست انجیر عرق گلاب میں کھرل کر کے برص کے داغوں پر لگائیں ساتھ ہی آدھ چھٹانک انجیر کھلائیں تو یہ مرض ٹھیک ہو جائے گا۔
- بڑھاپے اور کمزوری میں مبتلا افراد انجیر کو اپنی خوراک کے خاص جز کا درجہ دے کر مختلف بیماریوں سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔

انجیر اور اعصابی کمزوری

انجیر اعصاب کو تقویت دیتا ہے۔ بیماری، درد اور ضعف اعصاب کو دور کرتا ہے۔ خشک انجیر کو پانی میں پیس کر پٹھوں کی اکڑن والے مقام پر لیپ کریں تو اکڑن ختم ہو جائے گی۔

دماغی کمزوری اور حافظہ میں مجرب

دماغی کمزوری اور حافظہ کے لیے انجیر تین عدد اور مغز بادام پانچ عدد صبح نہار منہ پانی میں سردائی کی طرح گھوٹ کر استعمال کریں۔

شوگر کا علاج...انجیر

انجیر میں موجود ریشے انسولین اور خون میں زائد شکر کو کم کرتے ہیں جس کی وجہ سے ذیابطیس (شوگر) میں مفید ہے۔

انجیر اور دِل

دل کے دورے میں عجوہ کھجوریں گٹھلی سمیت نہار منہ کھلائیں اور شام کے وقت چند انجیریں کھلائیں۔

دمہ اور کھانسی میں بہترین نسخہ

جب دمہ اور کھانسی کے مریض کا کسی طور بلغم نہ نکلتا ہو، تمام بلغم سینہ میں جما ہوا ہو، سخت بے چینی اور بے قراری ہو، بار بار کھانسی کا دورہ اٹھتا ہو تو ایسی تمام کیفیات میں مندرجہ ذیل نسخہ بہت مفید ہے۔

ھوالشافی: گل بنفشہ: 9 ماشہ، گل زوفا: 9 ماشہ، انجیر خشک: 4 عدد۔ لٹھی نیم کوفتہ: 5 ماشہ، منقی: 7 عدد

ان تمام اجزا کو پانی میں جوش دے کر چھان کر رکھ لیں۔ایک کپ دن میں تین بار استعمال کریں۔
قارئین سے التماس ہے کہ مذکورہ نسخے کی قدر کریں۔یہ سردی کے نزلے،زکام، کھانسی،گلا بیٹھ جانا، بلغم کی جکڑن،سینے کا بلغم سے بند ہو جانا اور دمہ کے لیے بہت مفید ہے۔

انجیر...گردے کا بہترین علاج

گردے کی ہر تکلیف میں آرام ہوتا ہے اور گردوں میں اتنی طاقت آجاتی ہے کہ گردے تبدیل کرانے کی نوبت نہیں آتی۔گردے کی پتھری نکل جاتی ہے۔
گردے کی لاغری اور کمزوری کے لیے نسخہ نوٹ فرمالیں۔
ھوالشافی:تل سفید:10 گرام مغزپستہ:10 گرام انجیر:3عدد
یہ سب شہد میں ملا کر 25 گرام وزن کے لڈّو بنائیں،ایک لڈّو رات سوتے وقت استعمال کریں۔

انجیر ھو تو موٹاپا بائے بائے

آج کل خواتین موٹاپے کی بہت شکایت کرتی ہیں،
ان کے وزن کم کرنے کے لیے یہ نسخہ بہت مفید ہے۔
ھوالشافی:انجیر 3 عدد کو رات سرکہ انگوری 25 ملی لیٹر میں بھگو دیں، صبح نہار منہ انجیر چبا کر سرکہ پی لیں۔

انجیر ھو تو برص لاعلاج نہیں

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ برص لاعلاج مرض ہے۔لیکن ہم یہ بتاتے چلیں کہ برص کے مرض میں انجیر بہت مفید ہے۔طب کی کُتب میں اکثر نسخے جات میں پوست بیخ انجیر دشتی کا ذکر آتا ہے اس کو بطور مصفی خون اور پھوڑا پھنسی،جذام، کوڑھ اور برص کے لیے مفید بتایا گیا ہے۔

دیسی نسخہ نمبر:1

جنگلی انجیر کا چھلکا لے کر اس کو دودھ میں خوب جوش دیں پھر اس دودھ کو جما دیں،اس دہی کا مکھن نکال کر برص کے نشانات پر لگائیں تو کچھ عرصہ بعد وہ ختم ہو جاتے ہیں۔

نسخہ نمبر:2

اگر انجیر کی جڑ کا چھلکا اور گل منڈی ہم وزن کا عرق نکال کر چالیس یوم تک دن میں تین مرتبہ استعمال کریں تو برص ختم ہو جاتی ہے۔

نسخہ نمبر:3

تازہ انجیر کا دودھ نکال کر روزانہ دو سے پانچ قطرے برص کے داغوں پر لگائیں،چند دنوں میں جِلد صاف ہو جائے گی،اس کے بعد روغن ناریل لگائیں۔اس کے علاوہ تازہ انجیر کا دودھ چنبل،ایگزیما اور غیر طبعی غدود پر لگانے سے آہستہ آہستہ زائل ہو جاتے ہیں۔

انجیر اور پتے کی سوزش

پتّے کی سوزش اور پتھری میں کاسنی اور کلونجی ملا کر پیس کر کھائیں اور اس کے ساتھ نہار منہ چھ دانے انجیر کھائیں۔
ایک ماہ کے مسلسل استعمال سے پتّے کی سوزش ختم ہو جائے گی اور انشاء اللہ پتھری بھی گھل جائے گی۔
انجیر کو شہد کے ہم راہ کھانے سے بواسیر کا مرض ٹھیک ہو جاتا ہے۔اس کے کھانے سے بلڈ پریشر کم ہوتا ہے اور خون کی کمی دور ہوتی ہے، پھیپھڑوں کی سوزش کو فائدہ ہوتا ہے۔دانت کا درد اور منہ کے چھالے بھی اس کے استعمال سے ٹھیک ہو جاتے ہیں۔انجیر کھانے سے خون کی نالیاں ٹھیک رہتی ہیں۔

انجیر سے کان بھنا بند

دو عدد انجیر خشک لے کر تقریباً ایک کلو پانی میں جوش دیں جب ایک کپ پانی باقی رہ جائے تو اتار کر ٹھنڈا کر کے مریض کو انجیر اور پانی استعمال کروادیں۔
اس طرح روزانہ ایک ماہ تک ایسا کرنے سے انشاء اللہ کان بہنے کے تمام عوارض ختم ہو جائیں گے۔

انجیر کا قہوہ

بعض اوقات سردی کے نزلے اور بلغم کی وجہ سے گلے میں ورم ہو کر گلا بیٹھ جاتا ہے۔آواز بند یا بھاری ہو جاتی ہے تو ایسی صورت میں انجیر اور منقیٰ کو پانی میں جوش دے کر اسے بطور چائے پینا بہت مفید ہے۔

تلی کے لیے بہترین نسخہ

مریضوں کی اگر تلّی بڑھ جائے تو یہ نسخہ استعمال کریں۔
ھوالشافی: گل بنفشہ:5 ماشہ مویز منقیٰ:9 عدد بیخ کاسنی:5 ماشہ سونف:5 ماشہ
گاؤزبان:5 ماشہ انجیر:3 عدد برگِ جھاؤ:5 گرام یہ سب رات کو ڈیڑھ گلاس پانی میں بھگو دیں صبح چھان کر نہار منہ پئیں۔بوقت شام سرکہ انگوری میں بھیگی ہوئی انجیر 3 عدد استعمال کریں۔

ان بے شمار فوائد اور خوبیوں سے مالا مال پھل کو ہر گھر میں ہونا چاہیے۔

Perfect
27

پتھر سے موم

قسط نمبر 6

اہلیہ احسن احمد شریف

"اوہو پاپا... ایک تو آپ بھی ناں... پتا نہیں کیا کیا سن کر آجاتے ہیں۔" علی نے افسوس سے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"بیٹا! یہ تو ہمیں ہمارا دین سکھاتا ہے...اور میرا کام ہے آپ تک اس دین کا پیغام پہنچانا...اگر آپ لوگ نہیں دیکھیں گے ت و مجھے بہت خوشی ہوگی اور اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ بھی آپ دونوں سے بہت خوش ہوں گے۔" محسن احمد نے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"پاپا...! پلیز ڈسٹرب نہیں کریں یار..." علی نے کہا تو محسن احمد یہ سن کر اپنے کمرے کی طرف پلٹ گئے اور عائشہ، محسن احمد کے پاس ان کے پیچھے پیچھے آگئی۔

"پاپا! آپ ہمیں اچھی اچھی باتیں بتاتے ہیں لیکن میرا ابھی بہت دل چاہ رہا ہے مووی دیکھنے کا... آئندہ کوشش کروں گی کہ نہ دیکھوں... کبھی کبھی دیکھ لوں کیا؟"

محسن احمد نے کچھ سوچ کر اثبات میں سر ہلا دیا تو عائشہ لاؤنج میں جاکر پھر سے مووی دیکھنے لگی لیکن اب اس سے زیادہ دیر بیٹھا نہیں گیا کیوں کہ وہ ایک نیک فطرت بچی تھی اور یہ بات جان چکی تھی کہ یہ ایک گناہ ہے۔

"پاپا... میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ میں اب مووی نہیں دیکھوں گی۔" عائشہ ماما پاپا کے بیڈ روم کا دروازہ کھلا دیکھ کر وہیں آگئی تھی۔

"واقعی...!"

"ہوں..."

"مجھے بہت خوشی ہوئی میری پیاری بیٹی...! آپ نے بھی آج اللہ کے لیے مووی نہیں دیکھی اور آپ کی ماما نے بھی آج اللہ کے لیے مووی نہیں دیکھی۔ اللہ تعالیٰ آپ دونوں کو اس کا بہت بڑا اجر دیں گے۔ انشاءاللہ اور میری طرف سے آپ کے لیے یہ REWARD (صلہ) ہے کہ یہ ویک اینڈ ہم PC BHORBAN (پی سی بھوربن) میں گزاریں گے۔"

"REALLY (واقعی)...؟"

دونوں ماں بیٹی نے ساتھ ساتھ کہا تھا اور پھر تینوں مسکرانے لگے تھے۔

اگلا ہفتہ قیامت خیز تھا۔

"اکبر...! یہ ٹی وی کی ایل سی ڈی یہاں سے نکالنی ہے۔" حسن احمد الیکٹریشن کو ساتھ لائے تھے۔

"صاحب...! اسے بیچیں گے کیا...؟"

"نہیں... پھینکوں گا اسے۔" اکبر نے بڑی حیرانگی سے حسن کو دیکھا۔

"دیکھو اکبر! یہ گناہ کی چیز ہے...اگر تمہارے پاس بھی ہے تو تم بھی اسے نکال پھینکو۔"

اکبر اپنے اوزار لے کر ایل سی ڈی کی طرف بڑھا ہی تھا کہ اچانک لاؤنج میں وفا آگئی۔

"WHAT،s GOING ON HERE? (یہاں کیا ہورہا ہے؟)"

"نکلوا رہا ہوں میں یہ...!"

"مگر کیوں؟"

"پھینکنے کے لیے۔"

"WHAT? (کیا)...آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے ڈیڈ؟"

"اللہ کا شکر ہے، بالکل ٹھیک ہے... اکبر! جلدی نکالو... تم کیا کھڑے منہ دیکھ رہے ہو؟"

"نہیں ڈیڈ! یہ میں آپ کو نہیں نکالنے دوں گی... آپ نے سوچا بھی کیسے یہ نکالنے کا؟"

"تمیز سے بات کرو... بیٹی ہو تم میری۔"

"نہیں ڈیڈ...! آپ یہ نہیں نکالیں گے۔" وفا حسن کے بالکل سامنے آکر کھڑی ہوگئی۔

"تو اب تم مجھے بتاؤ گی کہ میں کیا کروں اور کیا نہیں؟ بولو...؟"

"ڈیڈی پلیز...اسے مت نکالیں! مجھے دیکھنا ہوتا ہے ...اور ویسے بھی آپ کو یہ نہیں نکالنا چاہیے!" اس نے بڑے معنیٰ خیز انداز میں کہا تھا۔

"آپ مجھے دیکھیں گے کیسے...جب میں ٹی وی آرٹسٹ بن جاؤں گی...؟"

"بکواس بند کرو...!" ایک زور دار طمانچہ وفا کے گال کو سرخ کر گیا۔

"یہ کیا کیا حسن؟ یہ کیا کر رہے ہو تم؟" اسی وقت محسن احمد، حسن کے گھر کے لاؤنج میں داخل ہوئے۔

"آپ نے مجھے تھپڑ مارا ہے ناں ڈیڈی...! لیکن آپ بھی ایک بات سن لیں میری... یہ خواب ہے میرا... اور یہ ضرور پورا ہوگا۔" وفا نے کہا۔

"تم بھی میری ایک بات اپنے کان کھول کر سن لو... میری زندگی میں تمہارا یہ غلیظ خواب پورا ہو ہی نہیں سکتا... سمجھیں؟"

حسن کی یہ بات سن کر وفا اپنے پیر پٹختے ہوئے اپنے بیڈ روم میں چلی گئی۔

"کیا خواب... کیا بات ہے حسن؟" محسن نے پریشان ہوتے ہوئے پوچھا۔

"کچھ بھی نہیں ہوا... ٹی وی نکلوا رہا تھا میں...اس پر اتنا فساد کر رہی تھی وہ۔"

"ٹی وی نکلوا رہے تھے... کیوں؟"

"کیا مجھے آپ کو یہ بتانا پڑے گا کہ کیوں؟"

"امام صاحب نے بتایا تھا کہ یہ گناہ کی چیز ہے...اس لیے ناں؟"

"OBVIOUSLY (ظاہر ہے)۔" حسن نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا۔

"یہ طریقہ ہوتا ہے گناہوں سے بچانے کا...؟ اس طرح تو وہ اور بھی باغی ہوجائے گی...اسے نرمی سے سمجھاؤ... اس طرح سمجھ جائے گی... اگر ابھی نہیں بھی سمجھے گی تو کبھی نہ کبھی سمجھ ہی جائے گی۔" محسن احمد نے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"پیار سے سمجھنے والی چیز ہے ہی نہیں وہ، آپ اسے نہیں جانتے، بہت ہی خود سر اور بد تمیز لڑکی ہے۔"

"میں اسے اچھی طرح جانتا ہوں حسن... میرا علی اور تمہاری وفا... دونوں بالکل ایک ہی جیسے ہیں... علی بھی میری کوئی بات نہیں سنتا! لیکن اس کے باوجود میں نے اسے ہر بات صرف پیار اور نرمی سے ہی سمجھائی ہے... وہ تو میری ہر بات پر مذاق اڑاتا ہے...اور کچھ بھی نہیں سنتا... لیکن اس کے باوجود پیار اور محبت سے ہی دین کا پیغام اس تک پہچاتا رہتا ہوں اور تہجد کے وقت نہ صرف اس کے لیے بل کہ سب گھر والوں کے لیے ہدایت کی دعا کرتا ہوں... کیا تمہیں یاد نہیں... کہ امام صاحب نے بتایا تھا کہ راتوں کی آہ و بکا پتھر دل کو بھی موم کر دیتی ہے...! اس لیے میرے بھائی اپنے گھر والوں کے لیے دعا بھی کرو اور اس کے ساتھ ساتھ ان کے ساتھ نرمی اختیار کرو اور ... حکمت سے کام لو۔"

علی گنگناتے ہوئے ہاتھ میں گٹار لیے لاؤنج میں داخل ہوا۔ ممی، پاپا اور عائشہ بہت خوش نظر آرہے تھے۔ "اوہو...! یہاں کیا ہورہا ہے؟"

"یہ دیکھیں بھائی! پاپا میرے لیے ڈائمنڈ ایئر نگز لائے ہیں...اور ممی کے لیے ڈائمنڈ رنگ...!"

"اور پاپا میرا گفٹ کہاں ہے...؟" علی یہ کہتے ہوئے محسن احمد کے پاس بیٹھ گیا۔

"جو چاہو لے لینا..." محسن احمد نے علی کو 25،000 ہزار کا چیک دیتے ہوئے کہا۔

تھینک یو پاپا...! I LOVE U" علی نے خوش ہوتے ہوئے چیک کو چوم کر اپنی جیب میں رکھ لیا۔

"ویسے پاپا... یہ اتنے گفٹس کس خوشی میں مل رہے ہیں...؟"

"آپ کی ممی اور عائشہ نے ایک بہت اچھا کام کیا ہے ...اس لیے۔"

"اور مجھے کیوں ملا ہے؟"

"اس لیے کہ آپ بھی وہ کام کریں گے انشاءاللہ!"

"ویسے کون سا کام کیا ہے ان دونوں نے؟"

"ان دونوں نے..." محسن احمد نے اپنا گلا صاف کرتے ہوئے کہا۔

"ان دونوں نے ٹی وی دیکھنے سے توبہ کرلی ہے۔"

"WHAT? (کیا)" علی بے یقینی سے دونوں کو دیکھنے لگا۔ اس کا اچھا موڈ ایک دم خراب ہوگیا۔

"تو کیا اب آپ دونوں... کبھی بھی ٹی وی نہیں دیکھیں گی؟" وہ عائشہ کی طرف متوجہ تھا۔

"نہیں بھائی! اب ہم کبھی بھی ٹی وی نہیں دیکھیں گی۔"

"پاگل تو نہیں ہوگئی تم...؟"

"نہیں بھائی! پلیز ایسے مت کہیں... یہ بہت گناہ کی چیز ہے اور مسلمانوں کو گناہوں سے ایسے دور بھاگنا چاہیے جیسے وہ آگ سے دور بھاگتے ہیں... کیوں کہ یہ گناہ بھی آگ تک لے جاتے ہیں۔" عائشہ نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

علی، عائشہ کو غصے سے دیکھ رہا تھا۔

"ویسے پاپا! آپ نے بہت ظلم کیا ہے اپنے ساتھ بھی اور ان دونوں بے چاریوں کے ساتھ بھی! آخر آپ کیوں کر رہے ہیں یہ سب اور کیوں گھر کا ماحول خراب کر رہے ہیں؟" (جاری ہے)

بچوں کی تربیت اور کردار سازی میں جہاں ماں پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے وہاں والد کو اس ذمہ داری سے سبکدوش نہیں کیا جا سکتا۔ والد کا بچوں کی کردار سازی اور تربیت میں بہت اہم کردار ہے کیوں کہ...

(1) گھر کے سربراہ اور ولی کی حیثیت سے ہمارے معاشرے میں والد ایک اہم درجہ پر فائز ہوتے ہیں۔ اگرچہ معاشی ذمہ داریاں پوری کرنے کی وجہ سے وہ بچوں کے ساتھ زیادہ وقت نہیں گزار سکتے۔ تاہم گھر میں ان کی حیثیت ایک رول ماڈل کی سی ہوتی ہے اور بچے خصوصاً لڑکے ان کے کردار اور طور طریقوں کو اپنانے میں ایک فخر محسوس کرتے ہیں۔ اس طرح وہ بچوں کی کردار سازی اور تربیت میں اثر انداز ہوتے رہتے ہیں۔

(2) ماں کیوں کہ زیادہ وقت بچوں کے ساتھ گزارتی ہے اور اکثر اوقات بچوں کو روکتی ٹوکتی رہتی ہے تو اس کی بات یا نصیحت کا بچوں پر اتنا اثر نہیں ہوتا جتنا باپ کی باتوں کا ہوتا ہے۔

(3) بچوں کے ذہن میں باپ کی اہمیت اس لیے بھی زیادہ ہوتی ہے کہ والد کا واسطہ ان کی معاشی جدوجہد کے سلسلے میں باہر والوں سے پڑتا رہتا ہے۔ لہٰذا بچے ان کی باتوں کو زیادہ تجربہ کار اور معاشی سربراہ ہونے کے ناتے زیادہ درست اور اہم سمجھتے ہیں۔ جہاں ماں بچے کی تربیت اور کردار سازی، لوریوں، سبق آموز کہانیوں اور نصیحت کے ذریعے کر سکتی ہے۔ وہاں باپ بھی اپنی اہمیت کے پیشِ نظر اس اہم ذمہ داری میں اپنا کردار ادا کر سکتا ہے۔

بچوں کی تربیت اور کردار سازی میں زیادہ اثر انداز گھر کا ماحول، والدین کا کردار اور رویّہ ہوتے ہیں، بچہ ہوش سنبھالتے ہی اپنے اندر زیادہ تر وہی سوچ کا انداز، وہی طرزِ زندگی اور طور طریقے اپناتا ہے جس کا مشاہدہ وہ اپنے گھر میں کرتا ہے۔ جو زبان اور اندازِ گفتگو وہ اپنے گھر میں سنتا ہے۔ وہی اس کا بھی ہو جاتا ہے۔ جس گھرانے میں شوہر اپنی بیوی کو بُرے الفاظ میں مخاطب کرے یا اس پر

باپ کا بیٹی کے نام خط

بچوں کی تربیت اور کردار سازی میں والدین کا خصوصی کردار

ہاتھ اُٹھائے، اس گھر میں پلنے والے بچے ایک ماں کی عزت کرنا کیسے سیکھ سکتے ہیں؟ جس گھرانے میں "ماں" اپنے شوہر کا اور دیگر رشتے داروں کا احترام نہ کرے اس گھر میں بچے کیسے رشتوں کا ادب اور احترام سیکھ سکتے ہیں۔ لہٰذا بچوں کی تربیت اور کردار سازی کا پہلا سبق یہ ہے کہ ماں اور باپ سب سے پہلے اپنا محاسبہ کریں کہ کیا ان کا کردار، طور طریقے اور خصلتیں ایسی ہیں جیسی وہ اپنے بچوں میں دیکھنا چاہتے ہیں؟ اگر نہیں تو ان وجوہات کا تجزیہ کریں جن کی بنا پر بچوں کی تربیت پر منفی اثرات مرتب ہو رہے ہوں۔ یاد رکھیئے بیٹی! اللہ تعالیٰ نے قرآنِ حکیم میں اولاد کو آزمائشیں بھی کہا ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ ہم سے اولاد کی نشوونما، ان کی تربیت اور ان کی جسمانی اور روحانی ضروریات پوری کرنے کے بارے میں حساب لے گا۔

آج کل والدین بچوں کی تعلیم پر تو توجہ دیتے ہیں لیکن تربیت اور کردار سازی کو کافی حد تک نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ درحقیقت تعلیم اگر روزگار کے حصول میں مدد دیتی ہے تو صحیح تربیت اس کو اچھا انسان بنانے اور اس طرح زندگی بہتر طریقے سے گزارنے کے قابل بناتی ہے۔ قائد اعظم محمد علی جناحؒ نے اس بارے میں فرمایا ہے،

Education does not merely mean academic education. You have to build the character of our future generations which means the highest sense of honour, integrity, selfless service to the nation and a sense of responsibility,

ترجمہ: "تعلیم سے مراد صرف درس و تدریس نہیں بل کہ آپ کو ہماری آئندہ نسلوں کی کردار سازی کرنا ہو گی۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ان میں اعلیٰ درجے کی عزت و وقار کی پاسداری، دیانتداری، بے لوث قومی خدمت کا جذبہ اور احساس ذمہ داری پیدا کرنا ہے۔"

آپ تو جانتی ہیں بیٹی کہ بچوں کی تربیت اور کردار سازی میں "ماں" ایک نہایت اہم کردار ادا کرتی ہے۔ اور ویسے بھی معاشرے میں اولاد اگر کوئی اچھا یا بُرا کام کرے تو لوگ یہی کہتے ہیں "یہ ان کی ماں کی تربیت ہے، یا ان کی ماں نے ان کو یہی سکھایا ہے" اور سچ بھی یہی ہے کہ جتنا وقت ماں کو اولاد کے ساتھ ملتا ہے، باپ کو نہیں ملتا۔ وہ اگر چاہے تو لوریوں میں، نصیحت آموز کہانیوں کے ذریعے اور بات چیت کر کے اولاد کی صحیح تربیت کر سکتی ہے۔ اس کے لیے خود ماں کا باشعور، باکردار اور متحمل مزاج ہونا نہایت ضروری ہے۔ آج ہمارے معاشرے میں جو اخلاقی پسماندگی اور اعلیٰ کردار کے حامل لوگوں کی کمی نظر آ رہی ہے، اس کی کافی حد تک ذمہ داری ماؤں پر عائد ہوتی ہے۔ لہٰذا آپ کی بحیثیت ماں یہ ذمہ داری ہے کہ آپ اپنی اولاد کو ایسی تربیت دیں کہ وہ معاشرے میں اچھے اور مفید شہری کے طور پر پہچانے جائیں۔ انہیں ابتدا ہی سے سچائی، دیانتداری اور حلال حرام کا فرق سمجھنے کی تربیت دیں۔ انہیں حفظ مراتب کا خیال رکھنے اور باادب رہنے کی تلقین کریں۔ انہیں اسلامی تعلیمات پر عمل کرنا سکھائیں تاکہ وہ سچے مسلمان، اچھے پاکستانی اور بہترین انسان بنیں۔ اگر والدین بچوں کی تربیت اور کردار سازی کرتے وقت درجہ ذیل باتوں کا خیال رکھیں تو انشاء اللہ بہتر نتائج حاصل ہو سکتے ہیں۔

1 عدم توجہی سے اجتناب

دیکھو بیٹی! بچے ہمارے لیے قدرت کا انمول تحفہ ہیں۔ جس کی قدر بہت ضروری ہے۔ قرآن نے اولاد کو آنکھوں کی ٹھنڈک قرار دیا ہے۔ لہٰذا ہم پر لازم ہے کہ بچوں کو غفلت اور عدم توجہی کا شکار ہرگز نہ ہونے دیں۔ حالات چاہے جیسے بھی ہوں، بچوں سے لاتعلقی کا اظہار، ان کی تعلیم و تربیت سے غفلت، متوازن غذا کی عدم فراہمی، ان کی صفائی ستھرائی، علاج معالجے، روزمرہ کے معمولات، نیند اور کام کے اوقات کی طرف سے لاپرواہی ان کی مناسب نشوونما اور تربیت پر منفی اثرات مرتب کرتے ہیں۔

2 احساس تحفظ

اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ بچے چوں کہ چھوٹے ہوتے ہیں اس لیے ناسمجھ ہونے کی وجہ سے انہیں بڑوں کے اچھے یا بُرے سلوک اور آپس کے رویّے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ حالاں کہ یہ خیال بالکل غلط ہے۔ بچے باوجود چھوٹے اور کمسن ہونے کے، بڑوں سے زیادہ حساس، اچھے بُرے رویّے کو فوراً محسوس کرنے والے ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ ایک نومولود بچہ بھی ماں کے ہاتھوں کے لمس سے ماں کی چاہت یا بیزاری محسوس کر لیتا ہے۔ اگر انہیں ابتدا ہی سے محبت، چاہت اور قربت کا ماحول نہ ملے تو وہ عدم تحفظ اور جذباتی عدم تسکین کا شکار ہو جاتے ہیں۔ بچوں میں زود رنجی اور منفی رویّے عموماً احساس عدم تحفظ کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ بچوں کو ماں کی گود ہی سے تحفظ کا احساس پیدا ہونا شروع ہو جاتا ہے اور جوں جوں وہ شعور کو پہنچتے ہیں، والدین کے باہمی تعلقات سے بھی متاثر ہوتے ہیں۔ بچوں میں عدم تحفظ کا احساس والدین کے لڑائی جھگڑوں اور علیحدگی کی وجہ سے بھی پیدا ہوتا ہے۔ غربت اور مالی حالات کی خرابی کا ذکر بھی اگر بچوں سے کیا جائے تو وہ اپنے آپ کو غیر محفوظ محسوس کرنے لگتے ہیں۔ لہٰذا آپ کو چاہیے کہ بچوں کی موجودگی میں لڑائی جھگڑے سے گریز کریں اور اپنے مثبت رویے اور برتاؤ سے ہمہ وقت انہیں تحفظ کا احساس دلائیں۔

3 جسمانی اور ذہنی تشدّد

ہمارے یہاں چالیس فیصد سے زائد لوگ غربت اور کسمپُرسی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ وہ اپنے مسائل اور پریشانیوں کی وجہ سے ذہنی تناؤ کا شکار ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے وہ اکثر بچوں کو جسمانی تشدّد کا نشانہ بناتے ہیں۔ ویسے بھی ہمارے یہاں عموماً بچوں کو تنبیہ کرنے کا طریقہ "مار" ہی سمجھا جاتا ہے۔ تعلیمی اداروں میں اکثر بچوں کو جسمانی اور ذہنی تشدّد کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ یہ بہت ہی نقصان دہ طریقہ ہے۔ بچوں کو اگر کسی غلطی کا احساس دلانا یا اس پر سرزنش کرنا ہے تو سزا دینے کے لیے "مار" کے علاوہ اور بہت سے طریقے بھی ہے۔ مثلاً ایک دو روز کے لیے بات چیت بند کرنا، کوئی چیز دینے سے محروم کر دینا یا ڈانٹ ڈپٹ کرنا۔ لیکن مارنا تو انتہائی سزا کے زمرے میں آتا ہے۔ اس سے جہاں تک ممکن ہو پرہیز کرنا چاہیے۔ کیوں کہ جسمانی تشدّد کی سزا دینے سے بچے عموماً ڈھیٹ ہو جاتے ہیں۔ وہ اکثر مار کے ڈر سے جھوٹ بولنا شروع کر دیتے یا گھر سے بھاگ جاتے ہیں۔ بچوں کو شفقت سے سمجھانا چاہیے اور اپنے ذہنی تناؤ یا پریشانی یا غصے کی وجہ سے بچوں پر تشدّد کرنا انتہائی غیر مناسب فعل ہے۔

ذہنی تشدّد کو نفسیاتی یا جذباتی تشدّد بھی کہتے ہیں۔ یعنی کوئی بھی ایسا عمل یا رویہ جو بچوں کے جذبات یا نفسیات پر بُرے اثرات مرتب کرے جیسے بچوں کی توہین کرنا، انہیں مستقل نظر انداز کرنا، بڑے بچوں کو ہر بات میں ذمہ دار ٹھہرانا یا چھوٹے بچے کو چھوٹا ہی بنا کر رکھنا، انہیں خوف زدہ کرنا، لالچ دے کر غلط کام کروانا، ان کی طاقت سے بڑھ کر محنت مشقت کروانا وغیرہ نفسیاتی تشدّد میں شمار ہو گا، لہٰذا ان سے اجتناب کرنا چاہیے۔

4 ترجیحی سلوک

بعض گھرانوں میں لڑکوں کو لڑکیوں پر ترجیح دی جاتی ہے اور ان سے امتیازی سلوک کیا جاتا ہے۔ اس صورت حال میں عموماً لڑکیاں احساس کمتری میں مبتلا ہو جاتی ہیں اور ان کی شخصیت متاثر ہوتی ہے۔ لڑکوں کو لڑکیوں پر تعلیم یا کھانے پینے میں فوقیت دینا اور عمر یا جنس کی بنیاد پر ناانصافی یا ترجیحی سلوک کرنا ان پر نفسیاتی تشدّد کے زمرے میں آتا ہے۔ ہمارے دین میں علم حاصل کرنے کی تاکید لڑکوں لڑکیوں دونوں کے لیے ہے اور جنس کی بنیاد پر کوئی تفریق نہیں۔ لہٰذا بچوں کے ساتھ کسی قسم کا ترجیحی سلوک یا بے انصافی انتہائی غلط رویہ ہے۔ یہ بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ بچوں میں کوئی ماں کا لاڈلا ہوتا ہے اور کوئی باپ کی دُلاری یہ رویّہ بھی درست نہیں کیوں کہ اس سے بچوں کے درمیان تفریق اور باہمی مخالفانہ جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ بچوں کے درمیان انصاف اور محبت کا یکساں اظہار کیجیے تاکہ انہیں جذباتی آسودگی حاصل ہو۔

5 محبت کا اظہار

نومولود بچوں سے لے کر بڑے ہونے تک محبت کا اظہار بچوں میں جذباتی تسکین، خود اعتمادی اور احساس تحفظ پیدا کرتے ہیں۔ ہمارے نبی کریم ﷺ کی تعلیمات بھی ہمیں یہی سکھاتی ہیں کہ بچوں کے ساتھ محبت اور شفقت کے ساتھ پیش آئیں۔ انہیں گود میں بٹھانا، محبت سے معاملہ کرنا، نرمی اور اخلاق سے پیش آنا، بوسہ لینا، ان کے اچھے نام رکھنا، اچھے کام میں ان کی حوصلہ افزائی کرنا، ان کی بیجا ضد اور بری عادتوں کو بھی حکمت و محبت سے دور کرنا اور بالغ ہونے پر ان کی شادی کرانا اور انہیں وراثت میں حصہ دینا ہم سب کی ذمہ داریوں میں شامل ہیں۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ بچوں سے محبت اور شفقت کا اظہار کرتے رہا کریں تاکہ وہ ایک بااعتماد اور متوازن شخصیت کے مالک بنیں۔

6 بچوں کی نفسیات کا مطالعہ

آپ تو جانتی ہیں بیٹی کہ بچوں کی عمر کے مختلف ادوار میں ان کے رویّہ اور ردعمل کو سمجھنے کے لیے بچوں کی نفسیات کا مطالعہ کرنا کتنا ضروری ہے۔ کہتے ہیں کہ دنیا میں آنے والا ہر بچہ اوّل دن ہی سے ایک مکمل اور منفرد شخصیت لے کر پیدا ہوتا ہے۔ اس لیے کسی بچے کا دوسرے بچوں کے ساتھ مقابلہ موازنہ کرنا درست نہیں ہے۔ یہاں تک کہ والدین کی اولاد میں سے ہر بچہ دوسرے سے عادت واطوار، مزاج اور ذہنی وجسمانی صلاحیتوں میں مختلف ہوتا ہے۔ بڑوں کے برعکس بچوں کی نفسیات کو سمجھنا اس لیے بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے جذبات اور احساسات کے برملا اظہار کی صلاحیت نہیں رکھتے، دوسرے وہ نشوونما کے مراحل سے گزر رہے ہوتے ہیں اور ان کی شخصیت کی تعمیر و تشکیل ہو رہی ہوتی ہے۔ لہٰذا کوئی بھی غیر معمولی رویّہ یا پرورش اور تربیت کا منفی انداز بچوں کی آئندہ پوری زندگی پر اثرانداز ہو کر ان کی شخصیت کو مسخ کرسکتا ہے۔ اس لیے بچوں کی نفسیات کا لازماً مطالعہ کریں۔ اس کے لیے ضرورت کے تحت کسی ماہر نفسیات سے مشورہ کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔

7 دینی اور اخلاقی تعلیم

ہمارا دین اسلام چوں کہ مکمل ضابطہ حیات ہے اس لیے ہم پر لازم ہے کہ اپنے بچوں کو ابتدا ہی سے دنیوی تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم سے بھی روشناس کروائیں تاکہ ان کی تربیت اور کردار سازی پر مثبت اثرات مرتب ہوں۔ اس طرح ان میں سچائی، دیانتداری، حلال و حرام کا فرق، ادب، تمیز اور اعلیٰ اخلاقی اقدار فروغ پاسکتے ہیں۔ مزید یہ کہ ان میں اسلامی شعار اپنانے اور حقوق العباد کی پاسداری کا احساس پیدا ہوگا۔ تاہم ایک اہم نکتہ یہ ہے کہ دینی اور اخلاقی تعلیم کی تربیت دینا اسی صورت میں موثر ہو سکتا ہے جب والدین خود بھی ان تعلیمات کا عملی نمونہ پیش کریں۔ ورنہ صرف نصیحت اور زبانی لفّاظی بے اثر ثابت ہوگی۔

8 بچوں کی قربت

ایک زمانہ وہ تھا کہ والدین اور بچوں میں بہت دوری ہوتی تھی خصوصاً والد تو شاذونادر ہی بچوں سے بات چیت کرتے تھے لیکن آج کل یہ دوری بتدریج قربت میں تبدیل ہوتی جارہی ہے جو کہ ایک اچھی تبدیلی ہے، بشرطیکہ بے تکلفی کے ساتھ ساتھ حفظ مراتب، ادب کا لحاظ رکھا جائے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ والدین بچوں سے اتنا قریب ہوں کہ بچے بغیر کسی ہچکچاہٹ کے ہر بات ان سے ایک قریبی دوست کی طرح کرسکیں۔ اس میں مصلحت یہ ہے کہ بچہ جب نوجوانی کے دور میں داخل ہوگا تو حسب عادت اپنے دل کی ہر بات اپنی ماں یا باپ سے کرسکے گا اور جب اسے کسی معاملے میں مشورہ یا رہنمائی درکار ہوگی تو جو صحیح مشورہ والدین دیں گے وہ کوئی دوست نہیں دے گا۔ کیوں کہ والدین سے زیادہ بچے کی بہتری کوئی دوسرا نہیں چاہ سکتا۔ تاہم اس صورت حال میں والدین کو بھی تحمل، برداشت، دوراندیشی اور وسیع النظری سے کام لینا ہوگا اور کسی بھی اقدام پر بچے کو نہایت آہستگی اور دلائل سے سمجھانا ہوگا تاکہ بچہ چوری چھپے غلط کام کرنے کے بجائے والدین سے رہنمائی حاصل کرے۔

دعا گو

آپ کے ابو

New Zaiby

33

”یہ کیا پکایا ہے؟ نہ تو اس سالن کی کوئی شکل و صورت ہے اور نہ ہی عقل!“ عدیل نے پہلا لقمہ منہ میں رکھتے ہی سوال اٹھایا اور پھر سالن کی پلیٹ اٹھا کر اس کا یوں جائزہ لینے لگا جیسے وہ سالن نہ ہو بل کہ کوئی کیڑا ہو۔“ قریب کھڑی واصفہ حیرت سے گنگ سی رہ گئی۔

”تمہیں کھانا پکانا نہیں آتا؟“ روئے سخن اس کی طرف تھا۔

”جی آتا ہے۔“ حسب عادت وہ دھیرے سے بولی تھی۔

”کیا خاک پکانا آتا ہے۔ یہ ہے کیا؟“ ایسی دھاڑ تھی کہ وہ بری طرح سہم ہی گئی تھی۔ بالکل بے ساختہ وہ پیچھے کی طرف ہٹی کہ اب زبردست قسم کا جھانپڑ پڑا کہ تب پڑا۔ ”میں نے پوچھا ہے کہ آخر یہ کیا پکایا ہے تم نے؟“ ٹپ ٹپ اس کی آنکھوں سے آنسو کے قطرے اس کے چہرے پر پھسلنے لگے مگر سامنے والا قطعی خاطر میں نہ لانے والا تھا۔ اب کی بار دھاڑ کے بجائے غراہٹ نما آواز نمایاں تھی۔

”ج‘ ج‘ جی...! یہ توری گوشت ہے۔“ رندھے ہوئے لہجے میں شدید گھبراہٹ کے عالم میں اس نے ڈرے سہمے سے انداز میں بمشکل جواب دیا۔ اس کے جواب پر عدیل نے سالن کی پلیٹ کو ایک بار پھر بغور دیکھا اور اس کا ایک فلک شگاف قہقہہ واصفہ کو متحیر سا کر گیا۔

”اوہ میرے خدا...! کیا ہے یہ شخص؟“ واصفہ نے بے اختیار اپنی پیشانی پر ہاتھ رکھا تھا اور دیوار سے چپک سی گئی تھی۔

”توری گوشت ایسا ہوتا ہے؟ نہ اس میں توری کی کوئی پہچان ہو رہی ہے اور نہ ہی گوشت کی۔ یہ تو کوئی بھرتہ ٹائپ چیز لگ رہی ہے۔“ اب وہ باقاعدہ پلیٹ ہاتھ میں لے کر اسے ایسے دیکھ رہا تھا جیسے واقعی توری اور گوشت آپس میں گتھم گتھا ہوں اور اس کے لیے ان دونوں کو الگ کرنا محاذ ہو۔ چند ساعات جب سکون کی نذر ہوئے تو وہ ہمت کر کے آگے بڑھ آئی۔ وہ انہماک سے سالن کی بھری پلیٹ کو بس دیکھے ہی جا رہا تھا۔

”آپ اب تو کھانا کھالیں۔ میں شام کو کچھ اور اچھا سا بنا دوں گی۔ وہ اصل میں گوشت زیادہ گل گیا تھا تو...!“

”سال ہونے والا ہے ہماری شادی کو اور اس ایک سال میں تم نے کوئی ایک دفعہ بھی ڈھنگ کا کھانا بنایا ہو تو مجھے بتاؤ جو شام کو اچھا سا بنالو گی۔“ اس کے لہجے میں عجیب سی کاٹ تھی اور انداز ایسا مایوسانہ کہ اس سے کچھ ہونے کی امید ہی نہ ہو مگر وہ ضبط کیے رہی کہ اب یہ اس کی زندگی کا حصہ بن چکا تھا۔

کھانا

قسط نمبر 1

صبا یونس قریشی

”آپ بھوکے تو نہ جائیں۔ تھوڑا بہت تو کچھ کھالیں۔ ذائقہ تو اس کا ٹھیک ہے۔“ عدیل کو کھانا چھوڑ کر اٹھتے دیکھ کر وہ تڑپ سی گئی تھی۔ بہت ہی منت بھرا انداز تھا اس کا مگر عدیل نے اسے ایسے نظر انداز کیا جیسے کچھ سنا ہی نہ ہو۔ واش بیسن سے ہاتھ دھو کر ساتھ لگے اسٹینڈ پر لٹکے تولیے سے ہاتھ صاف کر کے عدیل نے اپنی اوپر والی جیب سے موبائل نکال کر نمبر ڈائل کرنا شروع کر دیا اور کال ملتے ہی اس نے اپنا تعارف کروا کر کھانا آرڈر کرنے لگا۔ سسکتے من کے ساتھ وہ ٹیبل کی طرف آئی اور آنکھوں میں آئی نمی کو اپنے دوپٹے کے پلو سے رگڑا اور کھانے کے برتن سمیٹنے لگی۔ چپ چاپ برتن سمیٹ کر اس نے کھانا بھی فریج میں رکھ دیا۔ اس کی بھوک بھی مٹ چکی تھی۔ نماز کے لیے وضو کر ہی رہی تھی کہ عدیل دو بڑے بڑے شاپرز کچن کی شیلف پر رکھ کر گویا ہوا کہ: ”جلدی سے کھانا برتنوں میں نکال کر ٹیبل پر لگاؤ اور ڈھنگ کے برتنوں میں نکالنا‘ کہیں برتن دیکھ کر ہی میری بھوک نہ مر جائے۔“ وضو مکمل کر کے اس نے کچن میں سب سے عمدہ برتنوں کا انتخاب کیا اور کھانا برتنوں میں نکال کر ٹیبل پر رکھنے لگی۔ عدیل بیٹھ چکا تھا۔

”دیکھو بیگم! یہ ہوتی ہے کھانے کی شکل... جس کو دیکھ کر کھانے کو دل بھی کرتا ہے اور طبیعت بھی خوش ہو جاتی ہے۔ اگر بھوک نہ بھی ہو تو بھوک چمک اٹھتی ہے۔“ عدیل نے خاصے اخلاق کے ساتھ کہا تو واصفہ بس اسے دیکھتے ہی رہ گئی۔

”کہاں جا رہی ہو بھئی؟ آؤ کھانا تو کھالو میرے ساتھ۔“ ہر چیز اس کے سامنے قرینے کے ساتھ رکھ کر جانے لگی تو عدیل نے حیرت سے کہا۔

”مجھے بھوک نہیں ہے۔ آپ کھالیں۔“ واصفہ نے مسکرانے کی ناکام کوشش کی۔

”کیوں بھوک نہیں ہے؟ اپنے ہاتھ کا بنایا ہوا توری گوشت کا بھرتہ بہت پسند آگیا ہے کیا؟“ ہلکے پھلکے لہجے میں کہتے کہتے بھی وہ طنز کی چوٹ مار گیا تھا۔

”میں نماز پڑھ لوں۔“ اس نے دھیمے انداز میں کہا اور کمرے سے باہر نکلنے لگی۔

”واصفہ! یہ اتنا سارا کھانا کیا میں اکیلا ہی کھاؤں گا؟ نماز پڑھ لینا پہلے کھانا کھالو میرے ساتھ۔“

”تحکمانہ انداز...!“ واصفہ خاموشی سے اس کے برابر والی کرسی پر بیٹھ گئی مگر اس کی بھوک واقعی مٹ چکی تھی۔ عدیل نے تین قسم کے سالن اور بریانی الگ منگوائی تھی۔ ساتھ میٹھے میں کھیر بھی منگوالی تھی۔

”کھاؤ بھئی!“ عدیل نے اپنے مخصوص انداز میں اسے کہا تھا۔

”آپ یقین کریں کہ مجھے بالکل بھی بھوک نہیں ہے۔ میں بیٹھی ہوں آپ کے ساتھ۔“ جانے کیوں اس کا دل ہوا ہوا سا ہو رہا تھا۔

”بھوک کیوں نہیں ہے؟“ عدیل نے بریانی کا چمچہ بھر کر اپنے منہ میں رکھتے کسی خیال کے تحت چمچ اس کے منہ کے قریب کر دیا۔ واصفہ نے اس مہربانی پر نظر اٹھا کر اسے دیکھا تو وہ مسکرا رہا تھا مگر واصفہ کی آنکھوں کی سرخی اس کے نظر اٹھانے پر عدیل کی نظروں میں آگئی تھی۔ بریانی کا چمچ منہ میں جاتے جاتے چند قطرے لڑھک آئے تھے۔

”واصفہ! اگر تم اس لیے رو رہی ہو کہ میں نے تمہارا پکایا ہوا کھانا نہیں کھایا تو میں واضح کر دوں کہ میں بچپن سے ہی کھانے پینے کا شوقین ہوں۔ ہر بات برداشت ہو جاتی ہے مگر سوائے کھانے کے۔ تمہارے سامنے ہی ہے یہ ہماری چھ سات مہینے کی رفاقت۔ امی کے گھر بھی تم دیکھ چکی ہو کہ کھانے کا کس قدر اہتمام ہوتا ہے۔ کھانے کے معاملے میں صرف میں ہی ایسا نہیں بل کہ میرے ابو‘ بھائی‘ بہن وغیرہ بھی ایسے ہی ہیں۔ ہم اتنا کماتے ہی کیوں ہیں کہ جب ہم اچھا کھا ہی نہ سکیں اور نہ ہی اچھا پہن سکیں؟“ واصفہ جو اس کے نرم رویے سے یہ سمجھی تھی کہ شاید اسے احساس ہو گیا ہے‘ چھوٹے چھوٹے لقمے کھا رہی تھی۔ اس کی بات سن کر ایک چھوٹا سا لقمہ اس کے حلق میں اٹک کر رہ گیا۔ وہ سمجھ چکی تھی کہ اسے درپردہ سمجھایا جا رہا تھا کہ کھانے کی شکل سے لے کر عقل تک کسی بھی چیز پر سمجھوتہ نہیں ہو سکتا۔

کیا واقعی زندگی کے یہ قیمتی لمحات صرف اچھا کھانے اور اچھا پہننے کے لیے ہیں؟؟؟ کیا کمایا صرف اچھا کھانے کے لیے جاتا ہے؟؟؟ شدید تکلیف کے باوجود اس کے ذہن میں سوالات امڈنے لگے۔ وہ سن نہیں سکی کہ عدیل نے اور کیا کہا ہے۔

”واصفہ...! کیا ہوا ہے بھئی؟؟؟ کیوں اتنا روئے جا رہی ہو؟“ عدیل نے اس کا ہاتھ پکڑ کر گویا جھٹکا سا دیا تھا۔ اس کو احساس تک نہیں ہوا تھا کہ اس کی آنکھیں بہے جا رہی ہیں۔

”کیا حلق میں زیادہ لگ گیا لقمہ؟“ عدیل نے فکر مندی سے پوچھا تو واصفہ نے بڑی کرب انگیز مسکراہٹ کے ساتھ اسے دیکھا تھا۔ (جاری ہے۔)

بقیہ

شاید اس طرح گزشتہ کی تلافی ہوجائے

ماہا کی بچپن سے ہی یہ خواہش تھی کہ وہ میٹرک کر کے عالمہ بنے گی۔ اس کے شوق کو دیکھ کر اس کے والدین بھی خوش تھے۔

”ماہا! تم ایسا کرو کہ تین سال کے کورس میں داخلہ لے لو۔“

”نہیں امی! میں پانچ سال کے کورس میں ہی داخلہ لوں گی۔“ ماہا نے اپنی خواہش ظاہر کی۔

انٹری ٹیسٹ میں نام آجانے کے لیے وہ دن رات دعا گو تھی۔ اسے بہت ڈر لگ رہا تھا۔

”میں اس قابل کہاں ہوں۔“ یہ سوچ اسے کھائے جا رہی تھی۔ اتنے میں امی آگئیں۔

”ماہا بیٹے! تم نے ٹیسٹ صحیح نہیں دیا تھا کیا؟“ ماہا کا دل دھک سے رہ گیا۔ خاموشی سے امی کو ناامیدی سے تکنے لگی۔

”کیوں امی! میرا داخلہ لسٹ میں نام نہیں آیا؟؟“ امی نے اس کو دیکھا اور پیار سے مسکرائیں۔

میری بیٹی کا داخلہ ہو گیا ہے۔ امی نے یہ کہتے ہوئے اسے گلے سے لگا لیا۔ فرط مسرت سے اس کے آنسو ہی بہنے لگے۔

”ایک منٹ امی!“ یہ کہہ کر وہ بھاگتی ہوئی اپنے کمرے میں جا کر زمین پر ہی سجدہ ریز ہو گئی۔

”اے ربِّ ملائک و جن و بشر‘ میں حاضر ہوں‘ میں حاضر ہوں! خدمت میں تیری شرمندہ نظر‘ میں حاضر ہوں‘ میں حاضر ہوں! (جاری ہے۔)

Parvez Umar

37

قسط نمبر 1

شاید اس طرح گزشتہ کی تلافی ہوجائے

مہوش عباد

یا اللہ! ماہا کی سسکتی ہوئی آواز گونجی۔ وہ کتاب پڑھے جارہی تھی اور نہ جانے کتنی دیر سے اس کے آنسو دونوں جانب سے پھسلتے ہوئے بالوں میں جذب ہورہے تھے۔ آخر کتاب کا آخری ورق ختم ہوا اور وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اب جو کتاب دیکھ کر اس نے پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کیا تو ہچکیاں بندھ گئیں۔

یا اللہ! یہ میں نے کیا کیا؟ کہاں اپنی زندگی گزار دی؟ اف ف ف! میری آخرت کا کیا حشر ہوگا؟ یا اللہ معاف کردے۔ یا اللہ معافی...

اس کے آنسو تھے کہ سیلاب کی طرح بہہ رہے تھے۔ کافی دیر بعد جب دل کو سکون ملا تو اٹھی، وضو بنایا اور مصلّی بچھا کر تہجد کی نماز میں مشغول ہوگئی پھر انتہائی ندامت بھرے دل کے ساتھ کچن میں داخل ہوئی اور سحری کی تیاری شروع کردی۔

"ماہا بیٹا! تمہیں ہوا کیا ہے؟ بتاؤ تو سہی کیا بات ہے؟" امی نے پریشانی سے پوچھا۔

ماہا کی زندگی بالکل بدل چکی تھی۔ انتہائی خاموش خاموش سی ماہا نے سارے گھرانے کو حیران کررکھا تھا۔ اسی سے گھر کی رونق لگی رہتی تھی۔ ہر وقت اس کی چیخ وپکار اور ہنسی کے فوارے گھر کا حصہ تھے مگر اب تو ساری رونق جیسے ختم ہی ہوگئی تھی۔

"ہماری ماہا تو ماشاء اللہ بہت خوبصورت ہوگئی ہے۔" سر پر اسکارف لی ہوئی ماہا نے پاپا کو کہنے پر مجبور کردیا۔ ماہا اپنے پاپا کی بات سن کر آہستہ سے مسکرادی۔ مگر اب اسے ان چیزوں کی فکر ہی کہاں تھی۔ وہ تو بس چاہتی تھی کہ گزشتہ کی تلافی ہوجائے۔

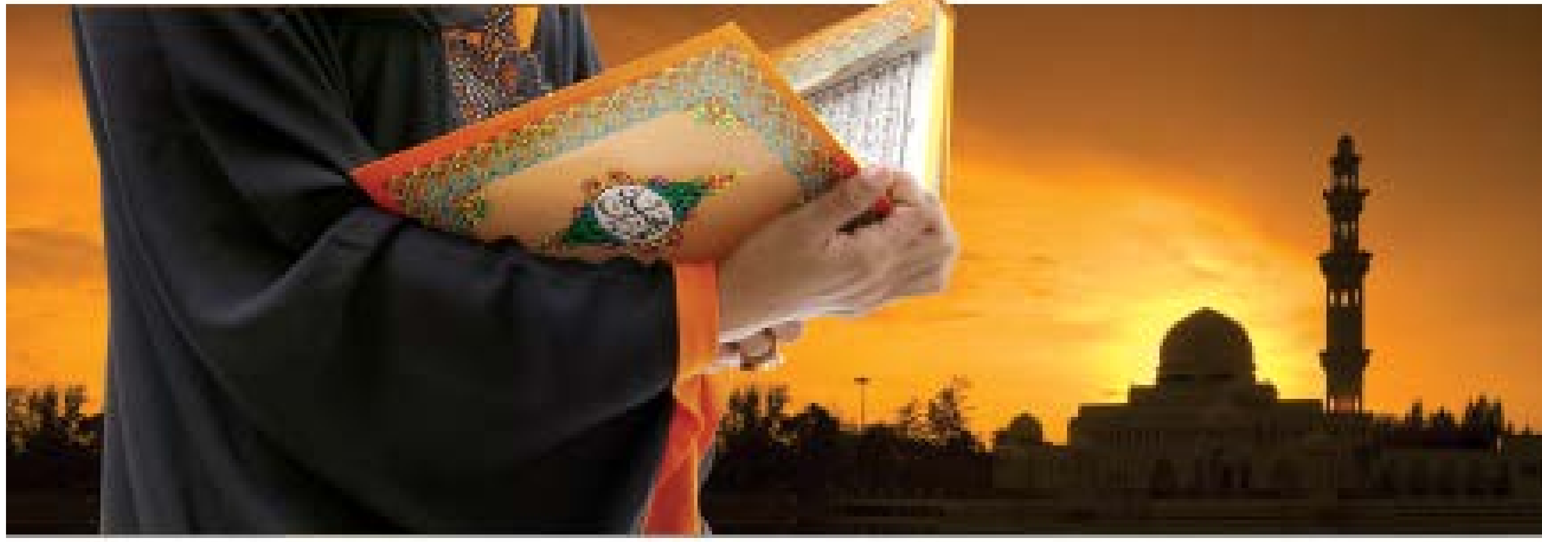

تو اگر چاہے تو شعلوں میں بھی کھلادے گلشن
تیری رحمت ہو تو زہر بھی شافی ہوجائے
سارے غم بھول کر مجھ کو اک غم کافی ہوجائے
شاید اس طرح گزشتہ کی تلافی ہو جائے
اک مدت سے ہوں زندان گناہ میں محبوس
عمر بھر قید کے مجرم کو معافی ہوجائے
آپ چاہیں تو پھر مجھ کو معافی ہوجائے
شاید اس طرح گزشتہ کی تلافی ہوجائے

ماہا کو تو اب بس رونے دھونے سے کام تھا۔ جہاں بھی تنہائی پاتی... مصلّی بچھا کر رونا شروع کردیتی...

میں سراپا گناہ ہوں میرے مولا...
در پر آپ کے آکر
ہاتھ اٹھا کر
اپنی لغزشوں پر شرمندہ
میں کن کن گناہوں پر تائب ہوؤں
اپنی بے پردگی پر
اپنی دنیا کو سنوارنے پر
کیسے بھلا یہ گناہ غائب ہوں گے؟
رحم کو تیرے جو دیکھوں
اک حوصلہ سا دل کا بڑھے
ڈھارس سی بندھے
امید کا جگنو چمکے
جب نظر جائے گناہوں پر
آئے خیال سزاؤں پر
میدان حشر کا منظر
جب ذہن میں گھومے پھر سے
نہ دن کو سکون آئے
نہ رات کو چین آئے
پس اسی امید وبیم پر دن گزرتے ہیں...
راتیں کٹتی ہیں کہ آخر
آپ تو ارحم الراحمین ہیں۔

"پتا نہیں کہ میرا داخلہ ہوگا بھی یا نہیں؟" ماہا نے خود سے سوال کیا۔ "یا اللہ! میں تیری رضا میں راضی ہوں۔" آج وہ مدرسہ میں انٹری ٹیسٹ دے کر آئی تھی۔ (بقیہ ص 35 پر)

جنت کی دعوت

اہلیہ محمد فیصل

علی ! کیا تم شاہ زیب کی عیادت کو چلو گے ؟ انصر نے بریک ٹائم میں علی سے سوال کیا۔

نہیں یار! میں تو ایس ایم ایس کے ذریعے اس کی خیریت دریافت کرلوں گا۔ اب تو گلوبل دور ہے، یہ عیادت وغیرہ کو جانا پرانی رسمیں ہو گئیں ہیں۔

انصر نے افسوس بھری نگاہوں سے علی کو دیکھا اور کہا: ”تم جنت کی دعوت اڑانے نہیں چلو گے ؟“

”کیا مطلب ؟“ علی نے استفہامیہ لہجے میں انصر سے پوچھا۔

دراصل علی اور انصر کا مشترکہ دوست شاہ زیب پچھلے دنوں ایک حادثہ کا شکار ہو گیا تھا۔ جس کی وجہ سے اس کی ٹانگ پر پلستر آیا تھا، اور اب وہ اسکول سے چند دن کی چھٹیوں پر تھا۔ انصر چوں کہ اپنے دوست کی عیادت کر کے اپنے دوست کی دلجوئی کے ساتھ ساتھ سنت کا اجر بھی پانا چاہتا تھا اور اسی اجر میں وہ علی کو بھی شامل کرنا چاہتا تھا، لیکن علی تو ایس ایم ایس کے ذریعے ہی گزارہ کرنا چاہ رہا تھا۔

دراصل پیارے علی! حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان جب اپنے کسی بیمار بھائی کی عیادت کرتا ہے تو گویا وہ بہشت کے میوے کھانے میں مصروف رہتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ عیادت سے واپس نہ آجائے۔

ایک اور حدیث میں ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حق بتائے گئے ہیں جن میں سے ایک حق عیادت کرنا بھی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جو کسی مریض کی عیادت کرتا ہے یا اللہ کی خوشنودی کی خاطر کسی مسلمان بھائی سے ملاقات کے لیے چلتا ہے تو ایک پکارنے والا کہتا ہے کہ تو مبارک ہے، تو نے جنت میں جگہ بنالی۔“

انصر کی یہ سب باتیں سن کر علی کی آنکھیں پھیل سی گئیں اور اس نے بھی ان تمام فضیلتوں اور اجر کو حاصل کرنے کا عزم کرلیا۔

شام کا وقت علی اور انصر نے شاہ زیب کی عیادت کے لیے طے کیا۔ علی شام کو جب نکلنے کی تیاری کر رہا تھا تو انصر کا ایس ایم ایس اس کے موبائل پر موصول ہوا کہ بھائی! وضو بنالینا... کیوں کہ

کسی کی عیادت کے واسطے جانے کے لیے وضو کرنا سنت ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس شخص نے وضو کیا اور پورا وضو کیا اور ثواب کے ارادے سے اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کی تو اس کو دوزخ سے 60 برس کی مسافت کے بقدر دور رکھا جاتا ہے۔“ (ابو داود)

یہ ایس ایم ایس پڑھ کر علی نے اچھے طریقے سے وضو کیا اور دل ہی دل میں انصر کے علم کا قائل ہونے لگا۔

اسپتال میں علی اور انصر کو دیکھ کر شاہ زیب کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا اور اس نے بہت زیادہ خوشی کا اظہار کیا جس پر علی نے اپنے دل میں سوچا کہ کیا میں ایس ایم ایس کے ذریعے خیریت دریافت کر کے اپنے دوست کو یہ خوشی فراہم کر سکتا تھا؟ جس کا جواب اس کے دماغ نے نفی میں دیا۔ علی کو خیالوں کی دنیا سے باہر لانے کے لیے انصر باآوازِ بلند مریض کی عیادت کی دعا پڑھنے لگا:

لَا بَأْسَ طُهُوْرٌ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ! (بخاری) ترجمہ: کوئی ڈر نہیں اگر اللہ نے چاہا تو یہ بیماری گناہوں سے پاک کرنے والی ہے۔

انصر سے یہ دعا سن کر علی نے بھی یہ دعا دہرائی اور شاہ زیب نے دونوں کو ”جزاکم اللہ خیراً“ کہا۔ وہ تینوں آپس میں باتیں کرنے لگے۔ علی نے سالانہ کھیلوں کا ذکر چھیڑ دیا جس پر شاہ زیب اپنی ٹوٹی ہوئی ٹانگ کو دیکھ کر نہایت افسردہ ہو گیا، حالاں کہ وہ اچھا کھلاڑی تھا، لیکن حادثے نے اس دفعہ اسے ان مقابلوں میں حصہ لینے سے دور کر دیا تھا۔

انصر نے جب اپنے دوست کی افسردگی دیکھی تو اسے تسلی دیتے ہوئے کہا کہ ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جب میں اپنے کسی بندے کو اس کے دو محبوب اعضا (آنکھوں) کے بارے میں آزماتا (نابینا) کر دیتا ہوں اور وہ اس پر صبر کرتا ہے تو اس کے بدلے اسے جنت دیتا ہوں۔ (بخاری)

اور ویسے بھی مریض کو چاہیے کہ اپنے مرض پر صبر کرے، کیوں کہ وہ مرض اپنے مریض کے گناہوں کو دھو ڈالتا ہے اور تم کو تو عارضی تکلیف ہے، انشاء اللہ جلد ہی تم ہمارے ساتھ کھیلو گے اور دوڑو گے۔

انصر کی ان تسلی آمیز باتوں نے شاہ زیب کے لیے ٹانک کا کام کیا اور وہ ہشاش بشاش ہو گیا اور انصر نے دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اس طرح اس نے تسلی کے جملے کسی مریض کو کہہ کر ایک اور سنت پر عمل کر لیا۔ پھر انصر نے شاہ زیب کے جسم پر ہاتھ رکھ کر یہ دعا پڑھی:

اِذْهَبِ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِيْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاءُكَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سُقْمًا۔ (بخاری ومسلم)

یہ دعا مریض کے جسم پر ہاتھ رکھ کر پڑھنا سنت ہے۔ اس کے بعد انصر نے شاہ زیب کو اپنے اوپر معوّذات کثرت سے پڑھنے کی تاکید کی کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ ہے اور مریض خود کرے تو بہتر ہے۔ (بخاری ومسلم)

انصر نے پھر علی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا کہ آؤ! دو مزید سنتوں پر عمل کر لیں۔ علی نے استفہامیہ انداز میں اس کی طرف دیکھا تو وہ کہنے لگا:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب کوئی مسلمان کی عیادت کرتا ہے اور اسے سات مرتبہ یہ کہتا ہے کہ

اَسْئَلُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَنْ يَّشْفِيَكَ

یعنی میں اللہ تعالیٰ سے جو عرشِ عظیم کا مالک ہے، دعا کرتا ہوں کہ وہ تجھے شفا دے تو اللہ تعالیٰ اسے شفا دے دیتا ہے بشرطیکہ اس کا وقت نہ آگیا ہو۔“ (ابو داود، ترمذی)

یہ تو ایک سنت ہوئی اور دوسری سنت؟ علی نے سوال کیا۔

دوسری سنت یہ ہے کہ چلو...“ ”کیا مطلب؟“

”مطلب یہ ہے کہ حدیث شریف کا مفہوم ہے کہ بہترین عیادت وہی ہے جس میں عیادت کرنے والا جلد اٹھ کھڑا ہو۔ (مشکوٰۃ) کہیں زیادہ دیر بیٹھنے سے مریض پریشان نہ ہو جائے یا گھر والوں کے کام میں خلل نہ پڑ جائے۔ ہاں! اگر مریض کو ضرورت ہے تو وہ دوسری بات ہے۔

اب علی اور انصر نے شاہ زیب کو سلام کیا۔ اس طرح علی نے آج عیادت کی سنتیں انصر سے سیکھ کر اس پر ہمیشہ عمل کرنے کی نیت کی اور عزم کیا۔

خان پور کے خربوزے

الماس روحی

خالدہ ایک ذہین لڑکی تھی۔ اسے اپنی خالہ کے گھر جانے کا بہت شوق تھا۔ گرمیوں کی چھٹیاں تھیں۔ خالدہ اپنے امی ابو کے ہمراہ خالہ خالو کے گھر خان پور گئی۔ خدیجہ اور خانم خالہ زاد بہنیں تھیں۔ ان سے مل کر اسے بہت خوشی ہوئی۔ خالہ کے پاس دو خرگوش تھے۔ سرخ سرخ آنکھوں والے سفید خرگوش خالدہ کو بہت پسند تھے۔ خالہ نے اپنے مکان کے سامنے ایک خالی بڑی جگہ پر کھیتی باڑی کر رکھی تھی۔ اس کے ایک حصے میں پھول پودے اور دوسرے حصے میں خربوزے اگائے تھے۔ ہر طرف سے خربوزے کی خوشگوار خوشبو آ رہی تھی۔ ایک خاتون نے بتایا کہ اس علاقے میں ایک خر آ گیا ہے جو خربوزے کھا رہا ہے۔ یہ سنتے ہی خالہ کے خادم اور خادمہ دوڑے۔ خالدہ نے دیکھا کہ پہلے خادم نے کھیت سے خر کو نکالا اور خادمہ نے پکے ہوئے خربوزے تھال میں رکھے۔ پرندوں سے بھی کھیت کو خطرہ تھا۔ خادم نے دو لکڑیاں لیں۔ ایک کو سیدھا کھڑا کیا۔ دوسری کو درمیان سے پکڑ کر سیدھی لکڑی پر باندھا۔ وہ کراس کا نشان بن گیا۔ جس پر اس نے خاکی رنگ کی قمیص پہنائی اور کھڑی لکڑی کے سر پر چھوٹی سی الٹی مٹکی رکھ دی۔ بچے ہنس رہے تھے۔ خادم نے بتایا کہ کھیت اب محفوظ رہے گا۔ پرندے دور سے کھیت دیکھیں گے۔ خدیجہ، خانم اور خالدہ پرندوں کو بھگانے کا یہ طریقہ دیکھ کر بہت خوش ہوئیں۔

"یہ خیال تو بہت اچھا ہے۔ کھیت کو اب کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔" خالد نے کہا۔ گھر واپسی پر خانم نے بتایا: "پودوں کی بھی خوراک ہوتی ہے۔ انہیں ہوا، پانی، روشنی اور کھاد ملے تو وہ جلد بڑے ہو جاتے ہیں اور درخت بن جاتے ہیں۔" گھر آ کر خالد نے خربوزے کھائے جو بہت میٹھے تھے۔ خالہ کے گھر خالد کو بہت مزہ آیا پھر وہ خواب میں خالہ کا کھیت دیکھا کرتا تھا۔

خالہ	امی کی بہن	خالو	خالہ کا شوہر
خطرہ	نقصان ہونے کا ڈر	خوش گوار	دل پسند
خاکی	خاک (مٹی) کے رنگ کا۔	خادمہ	ملازمہ، نوکرانی
خوراک	غذا	خادم	ملازم، نوکر
خاتون	عورت	خر	گدھا

Golden Foods

41

دنیا کی زندگی

جوہر عباد

ہے عارضی و مختصر دنیا کی زندگی
دو چار دن کا مستقر دنیا کی زندگی

آنے کا وقت معلوم ہے نہ جانے کی گھڑی
کتنی ہوئی نامعتبر دنیا کی زندگی

بستر نہیں ہوں پھولوں کا، کانٹوں کی سیج ہو
دیتی ہے سب کو یہ خبر دنیا کی زندگی

ہر گام پر شیطان ہے پیچھے لگا ہوا
سوچو ہے کتنی پرخطر دنیا کی زندگی

آکر یہاں پہ بھول گئے مقصد حیات
دھوکے میں گزاری سراسر دنیا کی زندگی

رکتی نہیں ہے موت سے پہلے کسی طرح
رہتی ہے بس محو سفر دنیا کی زندگی

کیوں جوڑتا ہے مال وزر، ڈالر روپے ریال
تھوڑی سی ہے ناداں بشر دنیا کی زندگی

بکری کے مردہ بچے سے بھی ہے گئی گزری
گرچہ حسیں آئے نظر دنیا کی زندگی

دل کی دعا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کی طرح
گزرے یونہی شام و سحر دنیا کی زندگی

پوچھے گا رب روز حشر ہر جن و انس سے
بتلاؤ کیسے کی بسر دنیا کی زندگی

اس کے لیے بہشت کی دائم حیات ہے
جس نے خدا کو کی نذر دنیا کی زندگی

جو کچھ یہاں کیا ہے، وہاں پائیں گے صلہ
ہے امتحانوں کا نگر دنیا کی زندگی

توبہ کرو، بھلائی کرو، نیکیاں کرو
جوہر دلائے گی اجر دنیا کی زندگی

پردہ

اثر جونپوری

نہ ہر کھیت میں بے محابا چروں گی
نہ ہر گز زمانے کا اب دم بھروں گی
زمانے کے خالق سے اب میں ڈروں گی

سو حکمِ خدا پر ، جیوں گی مروں گی
میں اب غیر محرم سے پردہ کروں گی

مجھے میرے مولا نے عصمت عطا کی
کہ اسلام نے مجھ کو عظمت عطا کی
مجھے میرے رب نے یہ ہمت عطا کی

نہ اہلِ زمانہ سے اب میں ڈروں گی
میں اب غیر محرم سے پردہ کروں گی

رضا صرف مولیٰ کی مطلوب ہے اب
مری زندگانی بہت خوب ہے اب
مجھے چار دیواری محبوب ہے اب

میں سڑکوں میں ، بازار میں کیوں پھروں گی
میں اب غیر محرم سے پردہ کروں گی

گو تخمِ عمل لاکھ بوتی ہوں یارب
مگر عمرِ رفتہ پہ روتی ہوں یارب
کہ خود ہی سے شرمندہ ہوتی ہوں یارب

کہ کیامنہ دکھاؤں گی جب میں مروں گی
میں اب غیر محرم سے پردہ کروں گی

راہ پر ہم کو آنا پڑے گا

محمد ناصر علیؔ

راہ پر ہم کو آنا پڑے گا
گرچہ پیچھے زمانہ پڑے گا

رب سے بگڑی بنانی پڑے گی
وہ ہے روٹھا منانا پڑے گا

یادِ حق ہے ضروری ہمہ دم
ماسوا کو بھلانا پڑے گا

چھوڑ کر نفس کا ہر بہانہ
خونِ ارماں بہانا پڑے گا

گر خدا کو ہے پانا تو خود کو
اس کے قابل بنانا پڑے گا

یہ جہاں وہ جہاں ہے جہاں سے
جی نہ چاہے گا جانا پڑے گا

تو نے دنیا میں کیا کیا، کیا؟ بول
پوچھ ہوگی بتانا پڑے گا

خُو علیؔ عہد شکنی کی کب تک
وعدہ کر کے نبھانا پڑے گا

گلدستہ

ترتیب و پیش کش: راشد حسین قاسم

حمد باری تعالیٰ

شکریہ اس مالک دونوں جہاں کا شکریہ
شکریہ اے مختار کُل، اس سائباں کا شکریہ
خاک کی نسبت اور وہ بھی حضور پاک ﷺ سے
کیا زمین و کیا فلک، کون و مکاں کا شکریہ
اس نے رکھ لی لاج بھی، خالی بھی نہ جانے دیا
اس سے دل کی بات کا، آہ و فغاں کا شکریہ
واردات قلب کی کیسے کوئی تعریف ہو
تو نے جو مجھ کو دیا ہے، اس جہاں کا شکریہ
نکال دے جو عاصی کو گناہوں کی سیاہی سے
اس رحمت پروردگار لامکاں کا شکریہ
شکریہ اے بے کسوں کے والی وارث شکریہ
جو تھام لے منجدھار میں اس اماں کا شکریہ
ہاتھ پکڑا جس نے میرا اس پار سے اس پار تک
آرزوؤں سے یقین تک اس گماں کا شکریہ

ذیشان الحسن عثمانی

سنت و بدعت کی مثال

آج ہمارا حال تو یہ ہے کہ ایک بدعت کو مٹانے کے لیے جب اس کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں تو دس سنتوں کو پامال کرتے ہیں۔ بھئی! یہ تم نے کونسا دین کا کام کیا۔ بدعت مٹانے کا طریقہ بھی سنت کے مطابق اختیار کرنا پڑے گا۔ اگر سنت کے بغیر طریقہ اختیار کرو گے تو خود بدعتی بن جاؤ گے۔ چنانچہ والد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ بدعت ظلمت ہے، اندھیرا ہے، جبکہ سنت نور ہے، روشنی ہے۔ اگر آدمی اندھیرے کو مٹانا چاہے تو کیا پتھر اور لاٹھیاں مار کر اسے مٹا سکتا ہے؟ نہیں، بلکہ تاریکی مٹانے کا طریقہ یہ ہے کہ جتنی روشنی میسر ہو، وہ جلا دو۔ اگر تمہارے پاس صرف دیا سلائی ہے تو وہ جلا دو، جہاں تک روشنی پھیلے گی، اندھیرا ہٹ جائے گا۔ اندھیرے کے اندر یہ طاقت نہیں ہے کہ وہ روشنی کا مقابلہ کرسکے۔ اگر تمہارے پاس قدرت ہے تو موم بتی جلا دو، کسی قدر تاریکی چھٹ جائے گی اور زیادہ قدرت ہے تو لالٹین جلا دو تاریکی اور آگے بھاگ جائے گی اور زیادہ قدرت ہے تو سرچ لائٹ جلا دو، تاریکی میلوں دور بھاگ جائے گی۔ فرمایا کہ یہی مثال سنت و بدعت کی ہے۔

(حضرت مفتی محمد رفیع عثمانی دامت برکاتہم)

نعتِ رسول مقبول ﷺ

یہ دل کیا کرے کملی والے سے رشتہ ہی کچھ ایسا ہے
مرتے ہم کہ محمدؐ نام ہی کچھ ایسا ہے
جھولی کو میں نے تو خالی رکھا زندگی بھر
در مصطفےٰ کے لیے کہ وہ در ہی کچھ ایسا ہے
سب دیکھتے رہ گئے سدرۃ المنتہیٰ سے آگے آپ کو
بات یہ ہے کہ رب کا محبوب ہی کچھ ایسا ہے
وہ جو کعبے کا کعبہ بن گیا وہ کعبہ بھی پتھر ہے
چاہے کوئی بھی ہو احمد مجتبیٰ سے عشق ہی کچھ ایسا ہے
بڑے بڑے عاشق مرتے ہیں در پہ تبسم
میری سانس بھی نکل گئی کہ وہ در ہی کچھ ایسا ہے

صدیقہ نورین تبسم سریال

کم سمجھ طالب علم کی حکایت

ایک طالب علم نے میرے پاس (حضرت تھانویؒ) خط بھیجا کہ مجھ کو فلاں شبہ ہے، اس کے لیے کوئی دعا بتلا دیجیے۔ میں نے لکھا کہ لاحول پڑھا کرو۔ چند روز کے بعد وہ مجھ سے ملا اور پھر شکایت کی۔ میں نے پوچھا اس سے پہلے میں نے کیا بتلایا تھا؟ کہنے لگا: لاحول پڑھنے کو بتلایا تھا، سوچ رہا ہوں۔ اتفاقیہ بات میں میں نے دریافت کیا کہ کس طرح پڑھا کرتے ہو؟ کہنے لگا کہ یوں پڑھا کرتا ہوں: لاحول لاحول لاحول۔

(امثال عبرت ص: ۳۳۱)

اقبال کو پسند کرنے کے اسباب

اقبال کو پسند کرنے کے اسباب بہت سے ہو سکتے ہیں اور ہر شخص اپنی پسند کے مختلف وجوہ بیان کر سکتا ہے۔ انسان کی پسند کی وجہ یہی ہوتی ہے کہ وہ کسی فن پارے کو اپنے خوابوں کا ترجمان اور اپنے دل کی زبان پانے لگتا ہے۔ انسان بہت خود بین و خود پسند واقع ہوا ہے۔ اس کی محبت اور نفرت، تمناؤں اور دلچسپیوں کا مرکز و محور بڑی حد تک اس کی ذات ہی ہوتی ہے۔ اس لیے اسے ہر وہ چیز اپیل کرتی ہے جو اس کی آرزوؤں کا ساتھ دے سکے اور اس کے احساسات سے ہم آہنگ ہو جائے۔ میں بھی اپنے کو اس کلیہ سے الگ نہیں کرتا۔ میں نے کلام اقبال کو عام طور پر اسی لیے پسند کیا ہے کہ وہ میری پسند کے معیار پر پورا اترتا اور میرے جذبات و محسوسات کی ترجمانی کرتا ہے۔ وہ میرے فکر و عقیدہ ہی کے ساتھ ہم آہنگ نہیں بلکہ میرے اثر میرے شعور اور احساسات کا ہمنوا بن جاتا ہے۔ سب سے بڑی چیز جو مجھے ان کے فن کی طرف لے گئی وہ بلند حوصلگی، محبت اور ایمان ہے، جس کا حسین امتزاج ان کے شعر اور پیغام میں ملتا ہے اور جس کا ان کے معاصرین میں پتہ نہیں لگتا۔ میری پسند اور توجہ کا مرکز وہ اسی لیے ہیں کہ وہ بلند نظری، محبت اور ایمان کے شاعر ہیں۔ ایک عقیدہ، دعوت اور پیغام رکھتے ہیں اور مغرب کی مادی تہذیب کے سب سے بڑے ناقد اور باغی ہیں۔ وہ اسلام کی عظمت رفتہ اور مسلمانوں کے اقبال گذشتہ کے لیے سب سے زیادہ فکر مند، تنگ نظر قومیت و وطنیت کے سب سے بڑے مخالف اور انسانیت و اسلامیت کے عظیم داعی ہیں۔

(کاروان زندگی ص۔ نمبر ۱۸۵۔۱۸۶، ناشر مکتبہ اسلام، ۷۳ گوئن روڈ لکھنؤ)

بڑوں کی لغزشیں

امام کسائی علم نحو اور قراءت قرآن کے مشہور عالم ہیں۔ دونوں علوم میں ان کا مرتبہ محتاج تعارف نہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے نماز میں خلیفہ ہارون الرشید کی امامت کی۔ تلاوت کرتے ہوئے مجھے اپنی قراءت خود پسند آنے لگی۔ ابھی زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ پڑھتے پڑھتے مجھ سے ایسی غلطی ہوئی جو کبھی کسی بچے سے بھی نہ ہوئی ہوگی۔ میں لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ پڑھنا چاہ رہا تھا، مگر منہ سے نکل گیا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعِينَ لیکن بخدا ہارون الرشید کو بھی یہ کہنے کی جرأت نہیں ہوئی کہ تم نے غلط پڑھا، بلکہ سلام پھیرنے کے بعد انہوں نے مجھ سے پوچھا: یہ کون سی لغت ہے؟ میں نے کہا: یا امیر! کبھی سبک رو گھوڑا بھی ٹھوکر کھا جاتا ہے۔ ہارون الرشید نے کہا: اگر یہ بات ہے تو ٹھیک ہے۔

(تراشے ص: ۳۷)

آپ کے اشعار

غیروں سے کہا تم نے، غیروں سے سنا تم نے
کچھ ہم سے کہا ہوتا، کچھ ہم سے سنا ہوتا
شاعر: چراغ حسن حسرت انتخاب: ابراہیم، گھوٹکی

غم زندگی کا یارب نہ ملا کوئی سہارا
میری فکر بے کراں نے دوجہاں کو چھان مارا
تیری آرزو نے بخشی میری ہر نظر کو رفعت
کر گیا ہے قرار مجھ کو تیرے شوق کا شرارہ
انتخاب: غلام اللہ چوہان کراچی

کتنی عجیب ہے گناہوں کی جستجو غالب
نماز بھی جلدی میں پڑھتے ہیں، پھر سے گناہ کے لیے
شاعر: اسداللہ غالب انتخاب: راشد محمود، ہنجن

سائے جتنی ہے ملکیت سب کی
باقی جو ہے تجاوزات میں ہے
انتخاب: عرفان صدیقی، کراچی

جتنا درد دل کی ہو تو خدمت کر فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں
شاعر: علامہ محمد اقبال انتخاب: عاصم علی، کراچی

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو اک قطرۂ خوں نہ نکلا
شاعر: آتش انتخاب: محمد لطیف، فیصل آباد

آخرِ شب دید کے قابل تھی بسمل کی تڑپ

- عبداللہ بن وہب کی موت کا بھی عجیب واقعہ ہے۔ اصحاب حدیث نے ان سے کہا کہ ہمیں جنت اور جہنم کے احوال سنا دیجیے۔ فرمایا: میں اس کی تاب نہیں لا سکتا۔ وہ سمجھے کہ شاید تواضعاً کہہ رہے ہیں۔ اصرار ہوا تو بیٹھ گئے۔ جہنم کے احوال کے متعلق احادیث شروع فرمائیں تو بے ہوش ہو گئے۔ لوگوں نے چہرے پر پانی کی چھینٹیں ڈالیں لیکن فرق نہیں پڑا۔ کسی نے کہا: احوال جنت کی احادیث سنا دیجیے۔ وہ بھی پڑھ کر سنائی گئیں لیکن ہوش میں نہیں آئے اور بے ہوشی کے عالم میں بارہ دن گزر گئے۔ طبیب کو بلایا گیا تو اس نے معائنہ کرکے کہا کہ ان کا دل پھٹ گیا ہے۔ بے ہوشی کی حالت میں بارہ دن گزرنے کے بعد بالآخر دل بے قرار کو قرار آ ہی گیا اور راہی ملک بقا ہوئے۔
- امام ترمذی رحمہ اللہ نے بھی بہز بن حکیم کے حوالے سے اس طرح کا ایک واقعہ نقل کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ زرارہؒ نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی۔ جب امام اس آیت پر پہنچا: فَاِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُورِ فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ جس دن صور پھونکا جائے گا، پس وہ دن کافروں پر ایک سخت دن ہوگا، جس میں ذرا آسانی نہ ہوگی۔ وہ غش کھا کر گر پڑے۔ جب ہم نے اٹھایا تو ان کی روح پرواز کر چکی تھی۔

junaid.j
47

بیت السلام ویلفیئر ٹرسٹ کی دینی تعلیمی
اور رفاہی خدمات کی جائزہ رپورٹ

اخبار السلام

نومبر 2015، بمطابق صفر المظفر 1437ھ

بیت السلام ویلفیئر ٹرسٹ کی طرف سے پاکستان کے چاروں صوبوں کے تقریباً 75,597 افراد میں 2,696 حصوں کی قربانی کا گوشت تقسیم

کراچی سمیت صوبہ سندھ میں 1,201، پنجاب میں 897، بلوچستان میں 119، خیبر پختونخواہ میں 77 اور شمالی علاقہ جات میں 414 حصوں کی قربانی

سندھ کے 8,407 گھرانوں، پنجاب کے 6,253، بلوچستان کے 810، خیبر پختونخواہ کے 600 اور شمالی علاقہ جات کے 2,850 گھرانوں کو گوشت کی فراہمی

کراچی (نمائندہ خصوصی) بیت السلام ویلفیر ٹرسٹ نے ہر سال کی طرح اس سال بھی ملک بھر میں بڑے پیمانے پر اجتماعی قربانی کا اہتمام کیا، جس کا مقصد غریب اور مستحق لوگوں کو عید کی خوشیوں میں شریک کرنا اور اہلِ پاکستان کو امن و محبت کا پیغام دینا اور امیر لوگوں کے محبت بھرے گوشت کے تحائف کو مجبور اور غریب لوگوں تک باعزت طریقے سے پہنچانا تھا۔ چناں چہ ٹرسٹ نے شمالی علاقہ جات سمیت پاکستان کے چاروں صوبوں کے تقریباً 75,597 افراد میں 2,696 حصوں کی قربانی کا گوشت تقسیم کیا۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ بیت السلام ویلفیر ٹرسٹ نے کراچی اور اس کے مضافات میں 907 حصوں کی قربانی کر کے 8,407 گھرانوں کے 33,315 افراد کی عید کی خوشیوں میں شرکت کی۔ صوبہ پنجاب میں 897 حصوں کی قربانی کی اور 6,253 گھرانوں کے 24,400 افراد تک مخیر حضرات کے گوشت کے تحائف پہنچائے، صوبہ بلوچستان میں 119 حصوں کی قربانی کی اوراس گوشت کی تقسیم سے 810 گھرانوں کے 3,532 افراد کی عید کی خوشیوں کو دوبالا کیا۔ خیبر پختون خواہ میں ٹرسٹ نے 77 حصوں کی قربانی کی اور بنوں اور ٹونک کے 600 گھرانوں کے 2350 افراد کو عید کے بابرکت گوشت کے تحائف دیے اور شمالی علاقہ جات میں 414 حصوں کی قربانی کی اوراس کے ذریعے ٹرسٹ نے یہاں کے 2850 گھرانوں کے 12,000 افراد تک امن و محبت کا پیغام پہنچایا۔ سب لوگوں نے ٹرسٹ اور اس کے معاونین کی دنیا و آخرت کی کام یابی کے لیے دِل کی گہرائیوں سے دعائیں کیں۔

پاکستان بھر میں قربانی کا چارٹ

صوبہ سندھ میں قربانی

کراچی اوراس کے مضافات	833 حصے
ٹھل جیکب آباد، سندھ	49 حصے
فیض گنج، سندھ	70 حصے
عمرکوٹ، سندھ	35 حصے
ٹھری میرواہ، سندھ	21 حصے
ٹھٹھہ، سندھ	14 حصے
میرپور خاص اوراس کے مضافات	105 حصے
بکروں کی قربانی	74 عدد

صوبہ پنجاب میں قربانی

جامعہ بیت السلام، تلہ گنگ	728 حصے
کوہاٹ، پنجاب	14 حصے
مانسہرہ، پنجاب	35 حصے
فیصل آباد:	35 حصے
مظفر گڑھ	14 حصے
بھکر، پنجاب	14 حصے
بکروں کی قربانی	57 عدد

صوبہ بلوچستان میں قربانی

جھل مگسی، بلوچستان	35 حصے
گندوا، بلوچستان	35 حصے
بولان، بلوچستان	49 حصے

صوبہ خیبر پختونخواہ میں قربانی

بنوں	35 حصے
ٹونک	42 حصے

شمالی علاقہ جات میں قربانی

چترال	224 حصے
اسکردو	190 حصے

Brighto
48